عطار ہو ،رومی ہو، رازی ہو، غزالی ہو
کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہِ سحر گاہی !!

اِدارۂ اشرفیہ عزیزیہ کا ترجمان

ماہنامہ غزالی

صفر المظفر ۱۴۳۰ھ/فروری ۲۰۰۹ء

RegNo.P476

جلد: ہفتم

شمارہ: 6

فہرست

عنوان	صاحبِ مضمون	صفحہ نمبر
۱۔ دعا (آخری قسط)	حضرت مولانا محمد اشرف صاحب	۳
۲۔ حقیقتِ تصوف (آخری حصہ)	ڈاکٹر فدا محمد صاحب	۶
۳۔ اختلافِ اُمتی رحمۃ	ڈاکٹر فدا محمد صاحب	۱۱
۴۔ صبح صادق و صبح کاذب پر ایک تحقیقی مقالہ (قسط۔۱۰)	مفتی شوکت صاحب	۱۸
۵۔ اہمیتِ اعمال	حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ	۲۳
۶۔ ملفوظاتِ شیخ (قسط۔۱۰)	ظہور الٰہی فاروقی صاحب	۲۴
۷۔ ہیپاٹائیٹس کا ہوا	ڈاکٹر محمد سفیر صاحب	۲۹

فی شمارہ: 15/- روپے

سالانہ بدل اشتراک: 180/- روپے

ملنے کا پتہ: پوسٹ آفس بکس نمبر 1015، یونیورسٹی کیمپس، پشاور۔

ای۔میل:>>> mahanama_ghazali@yahoo.com

saqipak99@gmail.com

physiologist72@yahoo.com

ویب سائٹ: www.iaa.org.pk

دعا (آخری قسط)

(حضرت مولانا اشرف صاحب سلیمانیؒ)

مضطر کی دعا:

قرآن مجید میں ہے:

أَمَّنْ يُّجِيبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ

ترجمہ: آیا کون ہے کہ قبول کرتا ہے دعا مضطر (بے قرار آدمی) کی جب وہ اس کو پکارتا ہے اور اسکی مصیبت کو دور کر دیتا ہے (سوا اللہ کے)

حضرت والا رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے:

گو دوسرے سے دعا کرانا بھی اچھا ہے لیکن سب سے بہتر اضطرار کی حالت میں خود دعا کرنا ہے کہ اللہ تعالیٰ مضطر کی دعا کو رد نہیں فرماتے۔ (اوکما قال)

دعا میں توسّل بالذوات:

حضرت والا رحمہ اللہ تعالیٰ توسّل اور واسطہ سے دعا مانگنے کو جائز سمجھتے تھے لیکن اسے بے توسل کی دعا سے زیادہ مؤثر نہیں سمجھتے تھے۔

ایک مسترشد خاص نے استفسار کیا کہ ''کیا دعا واسطہ سے کی جائے تو زیادہ مؤثر ہوتی ہے؟'' حضرت والا قدس سرّہٗ نے جواباً ارقام فرمایا:۔

''جی نہیں! ادعیہ ماثورہ بکثرت مروی ہیں۔ مگر ان میں کہیں واسطہ اور توسّل ہے؟ شاید ایک آدھ مقام پر ہو۔ اس لئے اگر توسل بالعمل ہو تو جائز ہے اور اشخاص سے توسل بھی ان کے اعمال سے ہوتا ہے جب حق تعالیٰ خود فرماتے ہیں۔ ' ادعونی استجب لکم ' مجھ سے مانگو میں دوں گا، مجھے پکارو میں جواب دوں گا۔ تو پھر واسطہ کی کیا ضرورت ہے۔ اس مسئلہ میں مولانا مسعود عالم ندوی مرحوم کے نام آپ کی تحریر قولِ فیصل اور بصیرت انگیز ہے۔ ارشاد فرماتے ہیں:

''توسل بالذوات بے شبہ جائز ہے احیاناً (کبھی کبھی) میں تو کلام کسی کو نہیں جس طرح حضرت عمرؓ

نے حضرت عباسؓ کے توسّل سے استسقاء کیا۔رہ گیا اموات کے ساتھ توسّل کے معنی ہیں کہ ان کے اعمالِ خیر و مقبولہ سے توسل کیا جائے جس طرح اپنے اعمالِ خیر سے توسل جائز ہے۔جیسا کہ حدیث الغار سے ثابت ہے (کمارواہ البخاری) اسی طرح دوسرے احیاء واموات کے اعمال خیر سے بھی۔وَابْتَغُوْا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ الآیة کی تفسیر بھی توسّل بالاعمال سے کی گئی۔البتہ اموات سے خطاب کرکے اگر مستقلاً ان سے مانگا جائے تو یہ شرک ہے اور ان سے یہ کہا جائے کہ میرے لئے خدا سے دعا کریں تو اہلِ دیوبند جائز سمجھتے ہیں۔

شرک یہ ہے کہ خدا کی ذات وصفات وعبادات میں کسی کو شریک بنایا جائے۔توسّل بالذوات الی اللہ تعالیٰ شرک فی الذات ہے نہ فی الصفات نہ فی العبادات۔اصحابِ نجد یہ کہتے ہیں تو یہ ان کا غلو ہے۔

ہاں اگر ذوات سے کوئی یہ سمجھ کر توسل کرے کہ اللہ تعالیٰ ان کی درخواست کے سامنے مجبور و مضطر ہے تو بے شبہ یہ شرک ہوگا اور اگر کوئی یہ سمجھ کر کرے کہ جامع اعمال خیر ہیں اور ان کے اعمال بظاہر مقبول ہیں تو ان کی ذات سے خدا کی طرف بہ سبب ان کے اعمال کے توسّل کیا جائے۔کہ شاید ان کی برکت سے اللہ تعالیٰ میری دعا قبول فرمالیں تو یہ جائز ہے مگر حضرت عمرؓ کے فعل سے کہ انہوں نے توسّل بالنبیؐ کی بجائے توسل بِعَمِ النبیؐ فرمایا یہ شبہ ہوتا ہے کہ یہ عمل قابلِ احتراز ہے۔لیکن سوال یہ ہے کہ آخر انہوں نے عم النبیؐ سے کیوں توسل کیا، کسی اور صحابی سے کیوں نہیں کیا۔بالآخر عم النبیؐ کی مقبولیت عنداللہ میں خود نبی ﷺ کی نسبت تھی ملحوظ رہی اور بالآخر بواسطہ توسل بالنبیؐ ہی ہوا۔ (مکاتیب سلیمان ص:۱۳۲ بنام مسعود عالم ندوی)

دعا اور ہمت و توجہ:

اہل اللہ کے قلوب مناجات الٰہیہ، توجہ الی اللہ اور دھیانِ ربّ کا مرکز ہوتے ہیں۔حقیقتِ دعا جب ان قلوب میں رسوخ پاتی ہے اور وہ کیفیتِ دعا میں ڈوب جاتی ہیں تو ان کے اندر اللہ تعالیٰ سے طلب و دعا، افتقار و التجا کا ایک اندرونی جذبہ کارفرما ہوتا ہے۔ان کے دل ہر وقت الحاح و ابتہال کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ ریز اور طلبِ خیر کے داعی رہتے ہیں۔

رَبِّ اِنِّیْ لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَیَّ مِنْ خَیْرٍ فَقِیْرٌ (القصص:)

ترجمہ: اے میرے پروردگار (اس وقت) جو نعمت آپ مجھ کو بھیج دیں میں اس کا (سخت) حاجتمند ہوں۔

ان کے دلوں کا حال بن جاتا ہے۔التجا و افتقار، الحاح و توجہ کی یہ کیفیت ان کے اندر قوتِ دعا کا ایک

ملکہ راسخہ پیدا کردیتی ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی حکمت وعطا اور صفتِ جود وسخا انہیں مستجاب الدعوات بنا دیتی ہے اور ان کی قلبی توجہ وہمت کو انجاح حاجات کا عادتاً سبب قرار دے دیتی ہے۔ بقول عارف رومیؒ

تو چنیں خواہی خدا خواہد چنیں

می دہد مولا مرادِ متقین

ترجمہ: تو جیسے چاہے اللہ تعالیٰ بھی ویسے ہی چاہیں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ متقی لوگوں کی مراد عطا فرماتا ہے۔

حضرت والا قدس روحہ ایک استفسار کے جواب میں لکھتے ہیں: ''غوث صوفیہ کی ایک اصطلاح ہے۔ حق تعالیٰ جب اپنے مقبول بندہ کو اپنے عام بندوں کے مقاصد کے پورا کرنے کا بذریعہ دعا وہمت ذریعہ بنا لیں، وہ غوث کہلاتا ہے اور اس کا دوسرا نام قطب تکوین ہے۔ جیسے قرآنِ پاک میں حضرت خضر علیہ السلام کا قصہ ہے اس اصطلاح کے مطابق جائز ہے۔''

قوتِ دعا کے حامل یہ نفوسِ قدسیہ اور قلوبِ مطہرہ جب اپنی اس قوتِ قلبی کا استعمال کسی کی خیر کے لئے کرتے ہیں تو اسے اصطلاحاً توجہ وہمت کہتے ہیں۔ گویا توجہ حقیقتاً عارف کی اس التجا الی اللہ کا نام ہے جو وہ اپنے رب میں مشغول وملتجی ہو کر کسی شخص کی قلبی حالت کو خیر کی طرف پلٹا دینے کے لئے کرتا ہے۔ چونکہ اس حالت میں عارف کسی خاص شخص یا طبقہ کی طرف اپنی اس قوت کو متوجہ کرتا ہے، اس لئے اس توجہ کو اس کی طرف منسوب کردیا جاتا ہے۔ حقیقتاً توجہ کا اثر اللہ تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے جو اس مقبول بندہ کو ذریعہ بنا کر ظاہر کیا جاتا ہے۔ مدعا یہ ہے کہ توجہ بھی اصلاً قلبی دعا کی ایک قسم ہے جس میں عارف کی دعا وہمت توجہ کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے۔ ورنہ کوئی عارف بھی اپنے قلب کو مستقلاً سببِ ہدایت یا مؤثر سمجھ کر دوسروں کی طرف متوجہ ہونے کا گمان بھی نہیں کرسکتا۔ بلکہ ہمارے بعض اکابر تو توجہ کو جائز سمجھنے کے باوجود اس لئے پسند و مستحسن نہیں فرماتے کہ غیر کی طرف دھیان وتوجہ بھی غیرتِ عشقِ الٰہی کے خلاف ہے۔ بہر حال جس شخص کی ہمت ودعا کو اللہ تعالیٰ عادتاً خلق کی ہدایت کا سبب قرار دے دیتے ہیں اسے قطب ارشاد کہتے ہیں۔ دیگر خاصانِ خدا اپنے درجہ کے مطابق اس شرف کو پاتے ہیں۔

☆☆☆☆☆☆☆

حقیقتِ تصوف (آخری حصہ)

(ڈاکٹر فدا محمد صاحب دامت برکاتہٗ)

(نوٹ: یہ بیان پشاور یونیورسٹی کے ایریا سٹڈی سنٹر میں پی ایچ ڈی سکالرز کے سامنے کیا گیا۔)

اصلاحِ باطن کی یہ ترتیب حضور ﷺ کے زمانے سے جاری ہے اور آج تک جاری ہے۔ تصوف کے سلاسل اسی اصلاح کو حاصل کرنے کے ادارے ہیں جن میں مشائخ عظام اپنے مریدین کو ذکر اذکار کی ترتیبوں اور مجاہدات سے گزار کر اُن کی اصلاح فرماتے ہیں۔ سلاسل حضور ﷺ تک مربوط ہیں۔

مقاصد و ذرائع:

چاروں سلاسل (چشتیہ، نقشبندیہ، قادریہ، سہروردیہ) اس چیز کو حاصل کرنے کے راستے ہیں۔ ہر ایک طریقے میں اس بات کو حاصل کرنے کے لئے کچھ مقاصد ہیں اور کچھ ذرائع ہیں۔ یہ سارے سلاسل ذکر، مراقبہ اور مجاہدہ ان تین چیزوں سے بنیادی طور پر کام لیتے ہیں۔ ذکر اللہ تبارک و تعالیٰ کی عظمت، کبریائی، سارے مفادات کا منبع ہونا، سارے نقصانات، خطرات اور مضرات کا مالک ہونا اور ان سے بچانے والا واحد ذریعہ ہونا، اس شان کے حامل جو کلمات اور مبارک نام اللہ تبارک و تعالیٰ کے لئے قرآن و حدیث میں آئے ہیں، ان کا زبان سے بار بار ادا کرنا ہے۔ حضرات چشتیہ، قادریہ کا طریقہ ذِکر میں جہر (زور سے) کرنا، گردن و بدن کو حرکت دے کر ضرب لگانا ہے۔ یہ حضرات لطیفۂ قلب پر ضرب لگاتے ہیں۔ یہ لطیفہ بائیں پستان سے دو اُنگل نیچے اور دو اُنگل بائیں طرف کو ہے۔ یہ جگہ انسان کی نفسیات سے متعلق خاص جگہ ہے جس کا تجربہ انسان کو ابتدائے آفرینش سے ہے۔ اس لئے دل لگنا، دل میں محبت کا پیدا ہونا، دل میں نفرت کا پیدا ہونا، دل میں غم کا پیدا ہونا، دل کا خوش ہونا یہ محاورات دنیا کی ساری زبانوں میں ہی چل رہے ہیں۔ اس جگہ پر دھیان کر کے ضرب لگانے سے ذکر کی ایک وجدانی کیفیت انسان کے بدن میں محسوس ہوتی ہے جسے بعض

آدمی وجد، جوش وخروش، نالہ و چیخ و پکار اور گریہ وزاری کی شکل میں محسوس کرتے ہیں۔ بعضے اعصاب اس کو محسوس نہ بھی کریں تو عقلی طور پر ایسی صفاتِ کمال و جمال وجلال والی ذات کے ساتھ عقلی طور سے شدت سے وابستگی محسوس کرتے ہیں۔ یہ کیفیت معرفت کا دروازہ کھلنے کا ایک پرتو اور عکس ہوتا ہے جس کے بعد انسان کے لئے اُس ذات کا ہو جانا اُس کی ماننا اور اُس کے علاوہ سب سے کٹ کٹا جانا اور کسی سے کوئی تعلق رکھنا بھی ہو تو اس کے واسطے، اُسی کی رضا کے لئے رکھنا انتہائی آسان ہو جاتا ہے۔ حضرات نقشبندیہ یہ ذکر چھ لطائف پر دھیان کرا کے کراتے ہیں، لطیفۂ قلب، روح، سر، نفس، خفی، اخفا۔ بدن کے مختلف مقامات پر ان لطائف کے لئے حساس مقامات (Delicate & Sensitive Points) ہیں۔ ان مقامات پر آدمی باقاعدہ حرکات (Vibrations) محسوس کرتا ہے اور باطن میں ایک روحانی وابستگی جس ذات کا ذکر کر رہا ہے اُس کے ساتھ پیدا ہو جاتی ہے۔ یہ بیداری جو باطن میں پیدا ہوتی ہے ایک روحانی، نورانی کیفیت ہے۔ نیک اعمال سے آدمی باقاعدہ اس میں ترقی محسوس کرتا ہے، خراب اعمال سے باقاعدہ تنزل محسوس کرتا ہے جن لوگوں کا باطن روشن ہو اُن کے ساتھ بیٹھ کر باقاعدہ اس کیفیت میں آدمی ترقی محسوس کرتا ہے اور جن کا باطن تاریک ہو اُن کے پاس بیٹھ کر باطن پر بوجھ محسوس کرتا ہے۔ حلال روزی پیٹ میں جائے اُس کی نورانیت کو باطن محسوس کرتا ہے، حرام روزی جو کمائی کے لحاظ سے حرام ہو، ذبیحہ کے لحاظ سے حرام ہو یا شریعت کے مقرر کردہ حلال حرام جانوروں کے تعین کے خلاف ہو اس سے اندر گھٹن، اندھیرا اور ثقل (Burden) محسوس کرتا ہے۔ ان وجدانی کیفیت کو پانے والے صوفیاء کو عقلی ثبوتوں کی ضرورت نہیں رہتی ہے کیونکہ حقائق محسوسات کی شکل میں ظاہر ہو رہے ہوتے ہیں۔

ذکر کے بعد دوسری چیز مراقبات ہیں۔ کسی دھیان کو لے کر اُس پر سوچنا اور اس سوچ میں محو ہو جانا اسے مراقبہ کہتے ہیں۔ مراقبات کئی ہیں۔ عام طور پر مراقبۂ موت، قبر اور برزخ کی زندگی کا مراقبہ، جنت کی رعنائیوں اور دوزخ کی ہولناکیوں کا مراقبہ، اپنے گناہوں پر ندامت، اور اُن سے توبہ استغفار کرنا، اللہ تعالیٰ کا حاضر ناظر ہونا، اللہ تعالیٰ کا بندہ کے ساتھ ہونا، حضور ﷺ کے احسانات کا دھیان جمانا، ہمارے لئے انہوں نے جو تکالیف برداشت کیں اور جو قربانیاں دیں اُن کو یاد کرنا، یہ

مراقبات باطن میں ان چیزوں کے ساتھ گہری وابستگی پیدا کر دیتے ہیں۔ یہ وابستگی انسان کی ساری زندگی اور سارے اعمال پر اثر انداز ہوتی ہے۔

مجاہدات: مجاہدہ دراصل اپنی پوری قوت کو استعمال کرنے کا نام ہے۔ اوپر بتائے ہوئے اعمال اور ترتیبیں جب آدمی حاصل کرنا شروع کرتا ہے تو اس حصول میں اپنا آرام و راحت کم ہونا، معاشرے کی طرف سے ردعمل ہونا، رکاوٹیں آنا، پابندی کی تکلیف برداشت کرنا، حرام مال کے حصول کے ذرائع کو سراسر ترک کر کے حلال ترتیب کو لینا جو مالی مشکلات کی بنیاد بنتا ہے، ان سب باتوں کا برداشت کرنا مجاہدہ کہلاتا ہے۔ مقصد تک پہنچنے کے لئے مجاہدات سے گزرنے کے لئے کمر باندھنی ہوتی ہے۔ مجاہدات کا ایک رُخ ایسا ہے کہ وہ مقاصد کے درجے میں تو نہیں ہے لیکن اُسے اختیار کرنے سے مقاصد کے حاصل کرنے میں آسانی پیدا ہو جاتی ہے۔ گویا حصولِ مقصد کا ایک ذریعہ ہوتے ہیں۔ اس لئے اس طرح کے مجاہدات کو معالجات کہا جاتا ہے۔ مثلاً کھانے میں گوشت اور مرغّن کھانے کم کر دئے جائیں تو صحت میں ذرا کمزوری تو ضرور آتی ہے لیکن اس کے نتیجے میں جذباتِ غضبیہ وشہویہ جلدی کمزور ہو جاتے ہیں۔ نتیجہ حاصل ہونے کے بعد یہ پرہیز موقوف ہو جاتی ہے۔ اسی طرح سونا کم کرنے سے بہیمیت کم ہو جاتی ہے، نورانیت زیادہ ہو جاتی ہے۔ لوگوں سے ملنا ملانا کم کرا دیتے ہیں، یہ چیز ذہنی انتشار کو ختم کر دیتی ہے اور ذہنی سکون میسر ہو جاتا ہے جو مقصد کو حاصل کرنے کے لئے بہت مفید ہوتا ہے۔ بہرحال یہ معالجات براہِ راست مقاصد نہیں ہیں بلکہ ذرائع ہیں۔

اسی طرح حضرات نقشبندیہ کا لطائف پر ذِکر کرنا اور انہیں جاری کرنا ذرائع ہیں، مقاصد نہیں۔ کسی بھی محقق نے انہیں مقصد نہیں گردانا۔ ان کے ذریعے سے آدمی بدن پر اثرات محسوس کر لیتا ہے، جس سے یکسوئی حاصل ہو جاتی ہے اور کام آسان ہو جاتا ہے۔ ان ذرائع کو مقصد سمجھنا ان ذرائع پر دِینی اعمال کی طرح ثواب کی نیت کرنا اور ان کو دِینی اعمال گردانا انہیں بِدعت بنا سکتا ہے۔

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ حضرت مولانا اشرف خان صاحبؒ نے بندہ سے اور چند دوسرے دوستوں سے ازراہِ مزاح فرمایا کہ ذِکرِ قلبی سننا چاہتے ہو۔ حضرت نے زبان اور منہ بند فرمائے اور فرمایا میرے قلب پر دھیان کرو، واضح طور پر قلب سے ذِکر کی آواز بندہ نے اور دوسرے ساتھیوں نے سنی، بعد میں

حضرت نے فرمایا حقیقت میں یہ ذِکرِ قلبی نہیں بلکہ یہ ایک مشق ہے۔ حقیقتاً ذِکرِ قلبی یہ ہے کہ قلب میں ہر وقت اللہ تعالیٰ کے حاضر و ناظر ہونے اور ساتھ ہونے کا دھیان ہو اور یہ دھیان معصیت سے روک دے اور اطاعت پر کھڑا کر دے۔

نتائج و زوائد:

اسی طرح تربیت کے نتیجے میں حاصل شدہ نتائج میں بھی کچھ مقاصد ہیں اور کچھ زوائد ہیں۔ مقاصد تو پہلے بیان شدہ باتیں ہی ہیں۔ کشفِ قبور (قبروں کا حال جان لینا)، کشفِ صدور (دلوں کا حال جان لینا)، کشفِ کونی (دُنیا میں آنے والے حالات کا جان لینا)، دم یا تعویز گنڈے میں تاثیر ہونا، جنّات پکڑنا اور دُور کرنا، بیماریوں کو سلب کر لینا، تصرّف سے دوسرے کے دل میں کچھ بات ڈال دینا، توجہ سے دوسرے کے دل کو ہلا دینا اور لوٹ پوٹ کر دینا اور ہوش و حواس اُڑا دینا، ان کا مقصد کے ساتھ اور تعلق مع اللہ سے زیادہ واسطہ نہیں۔ آج کل مسمریزم، ٹیلی پیتھی، ہپناٹزم، ارواح کو معطل کرنا، ارواح کو حاضر کرنا، ارواح سے رابطہ کرنا وغیرہ اہل کفر بھی کرنے لگے ہیں اور مابعد الطبیعات (Metaphysics) اور پیرا سائیکالوجی (Para-Psychology) کی شکل میں یہ چیزیں سامنے آ گئی ہیں۔ عامل حضرات کچھ آیات و وظائف وغیرہ کا تکرار کر کے اور کچھ چلہ کشی وغیرہ کر کے نیز نمک، گوشت، میٹھے وغیرہ سے پرہیز کر کے یہ چیزیں حاصل کر لیتے ہیں۔ اس لئے عامل اور کامل میں زمین آسمان کا فرق ہوتا ہے۔ عامل ڈاکٹر و معالج یا انجینئر یا وکیل کی طرح ایک فن کو سیکھے ہوئے ہے، جو ایک دُنیا داری کا کام ہے اور جس کا ولایت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں، بلکہ اہل اللہ اس قسم کی قوتوں کو حاصل کرنے کی نیت کر کے مجاہدہ کرنے کو دُنیا داری کہتے ہیں۔

اسی طرح دل پر رقت (نرمی) طاری ہونا، رونا دھونا، اذکار میں لطف و مزہ آنا، بغیر کوشش کے تہجد کیلئے خود بخود آنکھ کھل جانا، سچے خواب نظر آنا، جوش و خروش طاری ہونا، ھُو حق کے نعرے بلا اِرادہ نکلنا، یہ چیزیں محمود (اچھی) تو ہیں لیکن مقصود نہیں اور انسان کے اختیار سے باہر ہیں، کبھی ہوں گی کبھی نہیں ہوں گی، ان کا کمال کے ساتھ زیادہ تعلق نہیں۔ اسی بنا پر محققین بجائے ان چیزوں کے، ظاہر میں سنت کی پابندی اور باطن میں رذائل سے پاکیزگی اور فضائل سے متصف ہونے کو زیادہ

دیکھتے ہیں۔ نیز افعال اور اعمال میں اللہ تعالیٰ کے دھیان کا امتحان لیتے ہیں۔ بعض مرتبہ دیکھنے میں آیا ہے کہ مجلس میں خوب ھُوحق کے نعرے لگانے والے اور رونے دھونے والے افراد کے ساتھ جب معاملہ پیش آیا تو اوروں سے زیادہ دُنیادار ثابت ہوئے۔ اس لئے یہ محققین کا اُصول ہے کہ انفعالات (رونا دھونا) مقصد نہیں بلکہ اخلاص والے اعمال مقصد ہیں۔ بعض سالکین کو یہ غلط فہمی ہوتی ہے کہ تقاضا ہائے بشری مکمل طور پر ختم ہوجائیں اور اس کو وہ کمال سمجھتے ہیں، جب تک یہ بات نہ ہوجائے وہ سمجھتے ہیں کہ اصلاح نہیں ہوئی، کمال حاصل نہیں ہوا۔ تو جاننا چاہئے کہ تقاضا ہائے بشری موت تک ساتھ لگے رہیں گے، مکمل خاتمہ نہیں ہوگا۔ بس اندر اُٹھنے والے تقاضے کی پرکھ کہ وہ شریعت کے موافق ہے یا نہیں اور پھر اس تقاضے پر اگر شریعت کے خلاف ہے عمل نہ کرنا اصلاح اتنی ہی چیز ہے۔

حقیقی تصوف: حقیقی تصوّف صرف اتنی سی بات ہے کہ

۱) عقائد درست ہوجائیں اور اُن عقائد کا حال باطن پر طاری ہوکر پکا اور راسخ ہو جائے۔

۲) سالک عبادات کا پابند ہوجائے۔

۳) معاملات میں محتاط ہوجائے۔

۴) باطن رذائل سے پاک ہوجائے۔

۵) باطن فضائل سے متصف ہوجائے۔

۶) کثرتِ ذِکر سے ہر وقت اللہ تعالیٰ کا دھیان چھا جائے۔ (جسے نسبتِ یاداشت بھی کہتے ہیں۔)

۷) روزمرّہ کے کاموں میں سنتوں اور آداب کی پابندی حاصل ہوجائے۔

☆☆☆☆☆☆☆

اختلافِ اُمتی رحمةٌ

(ڈاکٹر فدا محمد صاحب دامت برکاتہٗ)

انٹرنیٹ سے جدہ کے جناب محمد عاقل صاحب کی تحریر موصول ہوئی۔ تحریر میں تراویح کے بعد وتر باجماعت پڑھنے کے بارے میں پوچھا گیا ہے کہ بعض لوگ امام کے ساتھ ایک وتر میں شامل نہیں ہوتے اور الگ ہو کر نماز پڑھتے ہیں۔ اس کے جواب میں دیوبند کا فتویٰ یہ تھا کہ حنفی مذہب مسلمانوں کو علیحدہ پڑھنا چاہیے کیونکہ ان کے دلائل میں وتر ایک نہیں تین ہیں۔ دوسرا جواب ان کو سعودی عرب کے کسی صاحب نے دیا کہ یہ عمل غیر مناسب ہی نہیں بلکہ اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی حدیث کے مخالف ہونے کے ساتھ ساتھ ایک بڑے اجر سے محرومی کا سبب ہے کیونکہ اللہ کے رسول نے ارشاد فرمایا

اِنَّهٗ مَنْ قَامَ مَعَ الْاِمَامَ حَتّٰى يَنْصَرِف كَتَبَ لَهٗ قِيَام لَيْلَةٍ.

جس نے (رمضان میں) امام کے واپس ہونے تک قیام کیا (یعنی نماز تراویح باجماعت ادا کی حتیٰ کہ امام فارغ ہو جائے) اس کے لئے ساری رات قیام کا ثواب لکھا جائے گا۔ (ترمذی)

لہٰذا ان حضرات کو امام کے ساتھ تراویح پڑھنے کے بعد اُسی کے ساتھ وتر بھی پڑھنے چاہئیں تا کہ اس اجرِ عظیم سے محروم نہ رہیں۔ اور اگر وہ ایسا نہیں کرتے اور یہ سوچ کر امام سے الگ ہو جاتے ہیں کہ یہ نمازِ وتر کا صحیح طریقہ نہیں ہے تو یہ ان کی جہالت پر مبنی ہے اور اس بات کا کھلا ثبوت ہے کہ یہ لوگ متعصب قسم کے مقلد ہیں اور دین سے بہت دور ہیں۔ پھر اِن صاحب نے اپنے فتوے میں یہ حدیث لکھی ہے کہ حضرت ابوایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وتر پڑھنا ہر مسلمان کے ذمہ ہے جو پسند کرے پڑھے، جو پسند کرے تین پڑھے اور جو پسند کرے وہ ایک پڑھے۔ (ابوداؤد) پھر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت لکھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک رکعت وتر پڑھا کرتے تھے اور دو رکعت اور ایک رکعت کے درمیان بات چیت بھی کیا کرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ)۔

دیوبند والوں نے فقط ضروری فتویٰ دیا تھا۔ اس لئے بندہ نے مولانا ڈاکٹر عبید اللہ صاحب سے عرض کیا کہ اس کے بارے میں ساری احادیث اور سارے دلائل جمع کر کے دیں۔ انہوں نے حوالے جمع کر کے درج ذیل تحریر عطا کی۔

وتر کی تین رکعتیں پڑھنے کے بارے میں احناف کے دلائل:

لفظ وتر میں واؤ کو زیر اور زبر دونوں کے ساتھ پڑھ سکتے ہیں مگر زیر کے ساتھ پڑھنا زیادہ مشہور ہے۔

(مظاہر حق جدید: جلد ا، ص ۸۱۴)

وتر ہر اس نماز کو کہتے ہیں جس میں طاق رکعتیں ہوں مگر فقہاء کے یہاں وتر اس خاص نماز کو کہتے ہیں جس کا وقت عشاء کی نماز کے بعد ہے جو عام طور پر عشاء کے فوراً بعد ہی پڑھی جاتی ہے۔ (حوالہ بالا)

نماز وتر کے بارے میں اختلاف:

پہلا اختلاف: نماز وتر واجب ہے کہ سنت ہے؟

حضرت امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ وتر کی نماز واجب ہے۔ حضرت امام شافعیؒ اور حضرت قاضی ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ سنت ہے۔

دوسرا اختلاف: وتر کی ایک رکعت ہے یا تین رکعتیں؟

علمائے احناف کے نزدیک وتر کی تین رکعتیں ایک سلام کے ساتھ واجب ہیں۔ دو رکعت کے بعد قعدہ پر سلام پھیر کر ان کے درمیان فصل نہ کرے۔

امام شافعیؒ کے دو قول ہیں۔ ایک قول تو احناف کے قول کے مطابق ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ وتر کی تین رکعتیں دو سلاموں کے ساتھ ادا کرے۔ یہی قول امام مالک کا بھی ہے۔ اور بعض نے کہا ہے کہ وتر کی ایک رکعت ہے۔

ایک رکعت کے قائلین (اور اسی طرح تین رکعتیں دو سلاموں کے ساتھ پڑھنے والوں) نے حدیثِ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے استدلال کیا ہے۔ حدیث یہ ہے:

عن ابن عمرؓ قال قال رسول اللہ ﷺ صلواۃ اللیل مثنیٰ مثنیٰ فاذا خشی احدکم الصبح صلی رکعۃ واحدۃ توتر لہٗ ما قد صلی (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ راوی ہیں کہ سرورِ کونین ﷺ نے فرمایا رات کی نماز دو دو رکعت ہے اور جب کسی کو صبح ہونے کا اندیشہ ہونے لگے تو ایک رکعت پڑھ لے یہ (ایک رکعت) پہلی پڑھی ہوئی نماز کو طاق کر دے گی۔ (بخاری و مسلم)

حدیث کے پہلے جزء کا مطلب ہے کہ رات میں پڑھی جانے والی نماز دو دو رکعت کر کے پڑھی جائے۔

حدیث کے دوسرے جزء کا مطلب یہ ہے کہ رات میں نماز مشغول رہنے والا شخص جب یہ دیکھے کہ صبح نمودار ہونے والی ہے تو وہ ان نمازوں کے بعد ایک رکعت پڑھ لے تاکہ یہ ایک رکعت پہلے پڑھی ہوئی نمازوں کو طاق کر دے۔

امام طحاوی حنفیؒ نے صلی رکعۃ واحدۃ الخ کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ ایک رکعت اس طرح پڑھے کہ اس سے پہلے دو رکعتیں پڑھ لے تاکہ یہ رکعت پہلے شفع یعنی اس ایک رکعت سے پہلے پڑھی گئی دونوں رکعتوں کو طاق کر دے۔ گویا ایک رکعت علیٰحدہ نہ پڑھی جائے بلکہ دو رکعتوں کے ساتھ ملا کر پڑھی جائے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور سلف صالحین کا عمل:

جہاں تک صحابہ کرامؓ اور سلف کے عمل کا تعلق ہے اس بارے میں وثوق کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ اکثر فقہاء صحابہؓ اور سلف کا معمول وتر کی تین رکعتیں ہی پڑھنا تھا۔ چنانچہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ ان کو تو اس سلسلے میں بہت زیادہ اہتمام تھا۔ انہوں نے ایک مرتبہ حضرت سعید بن مسیّبؓ کو وتر کی ایک رکعت پڑھتے ہوئے دیکھا تو فرمایا کہ ''کیسی ناقص نماز پڑھتے ہو؟ دو رکعت اور پڑھو ورنہ تمہیں سزا دوں گا۔'' (نہایہ بحوالہ مظاہر حق جدید: جلد ۱؛ ص ۸۱۷)

ترمذی نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے وتر کی تین رکعتیں نقل کی ہیں اور اسی کو عمران بن حصینؓ، حضرت عائشہ صدیقہؓ، ابن عباسؓ اور ابو ایوبؓ کی طرف منسوب کیا ہے اور آخر میں انہوں نے صراحت (وضاحت) کر دی ہے کہ صحابہؓ اور تابعینؒ کی ایک جماعت اسی طرف ہے۔

(مظاہر حق جدید شرح مشکوٰۃ شریف جلد ۱؛ ص ۸۱۷)

حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت ابن مسعودؓ کے بارے میں موطا امام محمد میں مذکور ہے کہ ان کے نزدیک بھی وتر کی تین ہی رکعتیں ہیں۔ امام حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ سلف کا اس پر معمول تھا۔

تعاملِ صحابہؓ وسلف کے علاوہ ہمارے دلائل یہ ہیں:

۱۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے ان النبی ﷺ کان یوتر بثلاث رکعات

ترجمہ: نبی ﷺ وتر تین رکعت پڑھتے تھے۔ (رواہ الحاکم فی المستدرک بحوالہ ہدایہ جلد اول)

۲۔ حسن بصریؒ نے وتر ایک سلام کے ساتھ تین رکعت پر مسلمانوں کا اجماع نقل کیا ہے۔ **قال اجمع المسلمون علی ان الوتر ثلث لا یسلم الا فی آخرھن**

ترجمہ: فرمایا کہ مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ وتر کی تین رکعتیں ہیں صرف ان کے آخر میں سلام پھیرے۔ (اشرف الہدایہ اردو شرح ہدایہ از مولانا جمیل احمد سکروڈھوی، مدرس دارالعلوم دیوبند)

۳۔ **عن عائشۃؓ قالت کان رسول اللّٰہ ﷺ لا یسلم فی الرکعتین الاولین من الوتر .**

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ حضور ﷺ وتر کی پہلی دو رکعتوں میں سلام نہیں پھیرتے تھے۔ (الدرایہ فی تخریج احادیث الہدایہ)

۴۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے **وتر اللیل ثلٰث کَوتر النھار**

ترجمہ: رات کا وتر تین رکعتیں ہیں جیسا کہ دن کا وتر تین رکعتیں ہیں۔ دن کے وتر سے مراد مغرب کی نماز ہے۔

۵۔ ابو خالد نے بیان کیا کہ میں نے جلیل القدر تابعی ابو العالیہ سے وتر کے بارے میں سوال کیا تو فرمایا کہ **علمنا اصحاب رسول اللّٰہ ﷺ ان الوتر مثل صلوٰۃ المغرب ھذا وتر اللیل و ھذاوتر النھار**

ترجمہ: ہم کو اصحاب رسول اللہ ﷺ نے تعلیم دی کہ وتر مغرب کی نماز کے مانند ہے۔ یہ رات کا وتر ہے اور یہ یعنی مغرب دن کا وتر ہے۔

۶۔ **عن عائشۃان النبی ﷺ کا ن یوتر بثلاث یقرء فی اول رکعۃ سبح اسم ربک و فی الثانیۃ قل یا ایھا الکافرون و فی الثالثۃ قل ھو اللّٰہ والمعوذتین.**

ترجمہ: حضور ﷺ تین رکعتیں وتر پڑھتے تھے، پہلی رکعت میں سبح اسم ربک اور دوسری رکعت میں قل یاایھا الکافرون اور تیسری رکعت میں قل ھو اللہ احد اور معوذتین پڑھتے تھے۔

(اس روایت کو ترمذیؒ، ابوداؤدؒ اور نسائیؒ نے روایت کیا ہے)

۷۔ حنفیہ کی ایک بڑی دلیل یہ بھی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے صلوٰۃ بُتیرا (با کی پیش کے ساتھ) یعنی تنہا

ایک رکعت نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔ مشہور اثر (صحابی کا قول) ہے **نھی رسول اللہ ﷺ عن البُتیراء**

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے صلوٰۃ بُتیرا یعنی ایک رکعت پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔

بہرحال ان تمام باتوں کو دیکھتے ہوئے فیصلہ یہی کرنا پڑتا ہے کہ وتر کی تین ہی رکعتیں ہیں۔ جن احادیث سے وتر کی ایک رکعت ثابت ہوتی ہے اُن سب کی تشریح ہوسکتی ہے۔

(مظاہر حق جدید از افادات علامہ نواب محمد قطب الدین خانؒ دہلوی)

امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کے قول فصل رکعۃ واحدۃ (جیسا کہ حدیث ابن عمرؓ میں ہے) کے معنی ہیں **صل رکعۃ واحدۃ مع ثنتین قبلھا** یعنی حضور ﷺ نے فرمایا کہ اس سے پہلی دو رکعتوں کے ساتھ ملا کر ایک رکعت اور پڑھ لے پس اب تین رکعتیں ہوئیں نہ کہ ایک۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ ایک رکعت یا پانچ رکعتیں یا سات یا نو یا گیارہ کی روایت استقرار وتر سے پہلے کی ہیں (یعنی ان روایات میں حضور ﷺ کی پہلی حالتوں کا ذکر ہے)۔ آخر فعل آپ ﷺ کا بھی تین ہی رکعت پر تھا جو صحابہ میں مشہور ہوا اور ظاہر ہے کہ امت کے لئے آپ ﷺ کا وہی فعل حجت اور دلیل بن سکتا ہے جس پر آپ ﷺ نے آخر میں عمل اختیار فرمایا ہو۔ لہٰذا باقی تمام روایتیں منسوخ ہوگئیں۔

(مظاہر حق جدید جلد ۱، اشرف الہدایہ جلد ۲)

اس تحریر کو پڑھ لینے کے بعد پڑھنے والے اتنا سمجھ سکیں کہ ایک مسئلے کے بارے میں صرف ایک حدیث نہیں ہوتی، کئی ہوتی ہیں۔ سب کو سامنے رکھ کر فیصلہ کرنا ہوتا ہے۔

سعودی والے فتوے میں حضرت ابو ایوبؓ کی حدیث میں یہ ہے کہ وتر پڑھنا ہر مسلمان کے ذمہ ہے۔ جو پسند کرے پانچ پڑھے، جو پسند کرے تین پڑھے، جو پسند کرے ایک پڑھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پانچ، تین، ایک یعنی تینوں کی اجازت دیتے ہیں جبکہ سعودی صاحب تین پڑھنے والوں کو جاہل، متعصب اور دین سے دور کہہ رہے ہیں۔ احادیث کی تشریح کرکے مختلف رائے قائم کرکے اس پر مختلف طریقے سے عمل کرنا خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہوا ہے اور آپ نے اس پر رد نہیں فرمایا ہے۔ چنانچہ ایک مرتبہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ عصر سب بنو قریظہ جا کر پڑھیں۔ لشکر چلا، راستے میں ایسا حال ہوا کہ اگر آگے چلیں تو نماز قضا ہوتی

ہے اور نماز پڑھیں تو آپ کی فرمائی ہوئی حدیث کے خلاف ہوتا ہے ۔ایک گروہ نے یہ تشریح کی کہ آپ کا مطلب جلدی پہنچنے کا تھا لہٰذا نماز قضا نہیں کرتے ۔نماز پڑھ کر آگے چلیں گے ۔دوسرے گروہ نے بالکل ظاہری الفاظ پر عمل کیا اور وہاں پہنچ کر نماز قضا پڑھی ۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بالکل یہ نہیں فرمایا کہ ایک گروہ غلط ہے، دوسرا ٹھیک ہے ۔صحابہ میں سے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تین وتر پڑھتے تھے اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ایک وتر پڑھتے تھے ۔انہوں نے کبھی یہ نہیں کہا کہ میں ٹھیک ہوں اور وہ غلط ہیں ۔بلکہ جب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہٗ سے اس کا سوال کیا گیا تو انہوں نے سائل سے فرمایا چپ رہو وہ بھی مجتہد ہیں ۔

دراصل بعض ممالک کے اہلِ علم میں علم کی وسعت نہیں ہے ۔حرمین ساری امت کے اجتماع کی جگہ ہے ۔سعودیہ والے مسلم آبادی کا ڈھائی فیصد ہیں جبکہ ۹۷.۵ فیصد باقی دنیائے اسلام ہے ۔دنیائے اسلام کا ساٹھ فیصد سے زیادہ حصہ حنفی ہے ۔ان کے مقابلے میں سعودیہ کے آٹھ فیصد حنبلی ہیں ان میں سے بھی ایک یا دو فیصد شدت پسند ہیں ۔اگر یہ شدت پسند ان ساری احادیث اور صحابہؓ کے تعامل کے دلائل کو نظر انداز کرتے ہوئے جو ہماری کتابوں میں ہیں یہ سخت رویہ اختیار کریں گے تو اس کا کیا اثر ہوگا؟ پہلے بزرگ جیسے شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز رحمہٗ اللہ کھلے دل والے تھے ۔حرمین میں ہزار سال سے زیادہ اس بات پر گزرے ہیں کہ ہر فقہ والے اپنے دلائل کے مطابق عمل کرتے ہیں اور کوئی اس کو بُرا نہیں سمجھتا ۔

بندہ نے شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز رحمہٗ اللہ کے دور میں جناب حضرت مولانا زکریا صاحب رحمتہ اللہ علیہ، جناب مولانا یوسف بنوری صاحب رحمتہ اللہ علیہ، جناب مفتی محمود صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی موجودگی میں رمضان حرمین میں گزارا ہے ۔ہر تینوں حضرات کے شیخ عبدالعزیز بن بازؒ اور دیگر سعودی علماء ومشائخ سے ذاتی تعلقات تھے ۔وتر کے وقت یہ سب حضرات وتر علیٰحدہ پڑھتے تھے ۔کسی نے انہیں جاہل، متعصب اور سنت کے مخالف کا خطاب نہیں دیا ۔

ایک مسئلے کے بارے میں جب احادیث کئی ہوں اور ان پر بحث کر کے مسئلہ بیان کرنا ہو تو اس سلسلہ میں ائمہ مجتہدین کے دلائل ہوتے ہیں ۔جب آدمی کا دل ایک مجتہد کے دلائل سے مطمئن ہو گیا تو اس کے ذمے اس کی تقلید واجب ہو جاتی ہے ۔یہ تقلید مختلف علاقوں میں مختلف مجتہدین کی ہوئی ہے ۔ان علاقوں میں ان مجتہدین کے مدارس، ان کی کتابیں، ان کے مسئلہ بتانے والے علماء ہوتے ہیں ۔لہٰذا ان خطوں اور علاقوں کے

لیے اسی میں بہتری رہی ہے کہ اپنے علاقہ کے چالو فقہ کا اتباع کریں۔اس نظام کو چھیڑا جائے تو ہم عوام الناس کو بہت زیادہ پریشانی میں مبتلا کر دیں گے۔وَمَا علینا اِلا البلاغ.

☆☆☆☆☆☆☆

خطرات سے حفاظت

آج کل چاروں طرف خطرات اور پریشانی کے حالات ہیں۔جو لوگ ملنے کے لئے آتے ہیں اُن کے دلوں پر خوف اور دہشت طاری ہوتا ہے۔اگر مندرجہ ذیل اعمال کی پابندی کریں تو انشاءاللہ حفاظت میں رہیں گے۔

۱۔ ہر روز فجر اور مغرب کے بعد سورہ یٰس کی تلاوت کریں۔

۲۔ ہر جمعہ کے دن سورہ کہف کی تلاوت کریں۔

۳۔ ہر روز گھر سے نکلتے وقت آیت الکرسی ایک بار اور سورہ قریش ۲۱ (اکیس) بار پڑھ کر آگے پیچھے، دائیں بائیں ،اوپر نیچے پھونک دیں۔

۴۔ بِسۡمِ اللّٰهِ الَّذِیۡ لَا یَضُرُّ مَعَ اِسۡمِهٖ شَیۡءٌ فِی الۡاَرۡضِ وَ لَا فِی السَّمَآءِ وَ هُوَ السَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡم
یہ دعا فجر اور مغرب کی نماز کے بعد تین تین بار پڑھیں۔

۵۔ صبح شام چار قل پڑھ کر ہاتھوں پر پھونک کر پورے بدن پر جہاں تک ہاتھ پہنچتا ہو مل لیا کریں۔

۶۔ بِسۡمِ اللّٰهِ عَلٰی دِیۡنِیۡ وَ نَفۡسِیۡ وَ وَلَدِیۡ وَ اَهۡلِیۡ وَ مَالِیۡ
یہ دعا فجر اور مغرب کے بعد تین تین بار

☆☆☆☆☆☆☆

اعلان

مارچ کا اجتماع خوشحال گڑھ ضلع کوہاٹ کے ایک دیہاتی علاقے میں ہوگا۔یہ اجتماع ۲۱ مارچ کو شروع ہو کر ۲۳ مارچ ۹ بجے ختم ہوگا۔پشاور سے روانہ ہونے والے حضرات ۲۱ مارچ ۳ بجے مدینہ مسجد پہنچیں۔عصر سے پہلے روانگی ہوگی۔خود پہنچنے والے حضرات ڈاکٹر سفیر صاحب سے رابطہ کر کے اپنے پہنچنے کا بندوبست کریں۔رابطہ نمبر 03339316695۔شمولیت کی اطلاع اگر 03339226345 اس نمبر پر کر دیں تو انتظام کرنے میں آسانی ہوگی۔اپنا بستر ساتھ لائیں۔

صبح صادق اور صبح کاذب کے بارے میں ایک علمی اور تحقیقی جائزہ معروف بہ ”کشف الستر عن اوقاتِ العشاء و الفجر“ (قسط۔۱۰)

(مفتی شوکت صاحب)

متقدمین مسلم ماہرین فلکیات کی تصریحات:

آیئے دیکھتے ہیں کہ وہ علماء جنہوں نے علم شریعت کیساتھ ساتھ فن ہیئت میں مہارت تامہ حاصل کی تھی۔ آج کے محققین فن فلکیات میں ریسرچ کرتے ہوئے پتہ نہیں کیا ڈھونڈتے پھرتے ہیں، ان بزرگوں نے تو یہ فن حاصل اس مقصد کیلئے کیا تھا کہ اس کے تعاون سے شرعی احکام کی تشریح کرسکیں۔ اور باقاعدہ اس فن میں تصنیفات تحریر کرتے ہوئے مستقل طور پر اسلامی نصابِ تعلیم کا حصہ قرار دے دیا اور آج تک مدارس دینیہ میں ان کتب کی پڑھائی ہوتی رہتی ہے۔ لہٰذا یہاں آکر ہم یہ سمجھنے کی کوشش کریں گے کہ ان علماء ماہرین فن نے صبح صادق اور کاذب کے بارے میں کیا فیصلہ فرمایا ہے۔

(۱) شرح التشریح فی التصریح کے ”فصل خامس فی الصبح و الشفق“ میں تفصیلی بحث کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں:

اذ قد علم بالتجربۃان انحطاط الشمس اول الصبح الکاذب و آخر الشفق ثمانیۃ عشر درجۃ....... (التصریح صفحہ نمبر ۶۸)

ترجمہ: یہ بات تحقیق کیساتھ تجربے سے ثابت ہوچکی ہے کہ اول صبح کاذب کے ظہور اور شفق ثانی کے غیوب کے وقت آفتاب افق سے ۱۸ درجے نیچے ہوتا ہے۔

(۲) پھر محشی علیہ الرحمۃ اس کے حاشئے پر تحریر فرماتے ہیں:

ان انحطاط الشمس من الافق عند اول طلوع الصبح وھو البیاض المستطیل المسمی بالکاذب و آخر غروب الشمس وھو البیاض المستدق المستطیل.. . الی ان قال... **یکون ثمانیۃ عشر جزء من دائرۃ الارتفاع** (التصریح صفحہ نمبر ۶۸ حاشیہ ۵، مکتبہ اسلامیہ، کوئٹہ)

ترجمہ: یقیناً افق سے سورج کا جھکاؤ اول صبح کے وقت جو کہ سفید مستطیل روشنی ہوکر کاذب کہلاتی ہے، اور غروب شمس کے بعد آخر شفق جو بیاض مستطیل ہوتی ہے، ۱۸ درجے پر ہوتا ہے۔

(۳) شرح چغمینی میں صفحہ نمبر ۱۲۲ پر تحریر فرماتے ہیں:

"وقد عرف بالتجربة ان اول الصبح و آخر الشفق انما یکون اذا کان انحطاط الشمس ثمانیة عشر جزء.... (شرح چغمینی ص ۱۲۲، مکتبہ اسلامیہ، کوئٹہ)

ترجمہ: اور تحقیقاً تجربے سے یہ بات ثابت ہے کہ اول صبح اور آخر شفق اس وقت ہوتے ہیں جب آفتاب ۱۸ درجے افق سے نیچے ہو۔

(۴) اسی عبارت کے حاشیہ نمبر ۹ پر تحریر فرماتے ہیں :

ثمانیة عشر جزءً هٰذا هو المشهور ووقع فی بعض کتب ابی ریحان انه سبعة عشر جزء وقیل انه تسعة عشر جزء وهٰذا فی ابتداء الصبح الکاذب............ (حاشیہ ۹ شرح چغمینی ص ۱۲۲، مکتبہ اسلامیہ، کوئٹہ)

ترجمہ : ۱۸ درجے والی بات مشہور ہے اگرچہ ابی ریحان کی بعض کتب میں یہ مقدار ۱۷ ابھی منقول ہے اور کسی نے تو ۱۹ درجے والے قول بھی لیا ہے۔ اور یہ ساری اختلافی بحث صبح کاذب سے متعلق ہے۔

(۵) بیست باب کے حاشیے میں شارح علم ہیئت مولانا محمد عبیداللہ الایوبی القندھاریؒ تحریر فرماتے ہیں:

اقول قد علمت من بیان المصنفؒ فی هٰذا الباب ان المقدار الفاصل بین طلوع الصبح الکاذب وطلوع الشمس ۱۸ درجة............... (بست باب للطوسی صفحہ نمبر ۱۶ حاشیہ ۳)

ترجمہ: میں کہتا ہوں کہ مصنفؒ کے بیان سے یہ حقیقت سمجھا ہوں کہ صبح کاذب اور طلوع آفتاب کے درمیان ۱۸ درجے کا فرق ہوتا ہے۔

(۶) اسی طرح حاشیہ نمبر ۱ میں تحریر ہے:

" انه قد علم بالتجربة ان اول الصبح الکاذب انما یکون اذا کان انحطاط الشمس من الافق الشرقی ثمانیة عشر جزء " .... (بست باب للطوسیؒ صفحہ نمبر ۱۶ حاشیہ ۱)

ترجمہ: تجربے سے ثابت ہے کہ صبح کاذب کے وقت سورج افق شرقی سے ۱۸ درجے

نیچے ہوتا ہے۔

(۷) معارف السنن میں تحریر فرماتے ہیں:

ذکر علماء الهيئة الرياضية ان الصبح الكاذب ليطلع حين انحطاط الشمس ثماني عشرة درجة والصادق حين كان خمس عشر درجة.............. (معارف السنن ج ۲/۲۸)

ترجمہ: ریاضی دان اور ماہرین ہیئت نے کہا ہے کہ صبح کاذب اس وقت طلوع ہوتی ہے جبکہ انحطاط شمس 18 درجے ہو، اور صبح صادق اس وقت طلوع ہوتی ہے جبکہ سورج 15 دجے زیرافق ہو۔ .. (بحوالہ فتویٰ جامعہ عثمانیہ پشاور، مورخہ: ۲۵/۴/۲۰۰۶، فتویٰ نمبر ۲۹۷/۳۲۸، ۱۹/۲۰، ۲۰/۲۰، سلسلہ وار: ۱۹۷۲)

(۸) اعلاء السنن میں علامہ ظفر احمد عثمانی تھانویؒ تحریر فرماتے ہیں:

" وقال فى الشرح : و قدعرف بالتجربة ان اول الصبح و آخر الشفق انما يكون اذا كان انحطاط الشمس ثمانية عشر جزأ ' قال المحشى : "هذا هو المشهور ،ووقع فى كتب ابى ريحان انه سبعة عشر جزأ ،وقيل : انه تسعة عشر جزأ،وهذا فى ابتداء الصبح الكاذب " ....

(اعلاء السنن ج ۲،ص ۱۵ ،ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، کراچی)

ترجمہ: اور شرح (چغمینی) میں ہے: تحقیقاً تجربے سے یہ بات ثابت ہے کہ اول صبح اور آخر شفق اس وقت ہوتے ہیں جب آفتاب ۱۸ درجے افق سے نیچے ہو۔ اس پر محشی نے لکھا ہے یہ (۱۸ درجے والا قول) مشہور ہے اگر چہ ابی ریحان کی بعض کتب میں یہ مقدار ۱۷ بھی منقول ہے اور کسی نے تو ۱۹ درجے والے قول بھی لیا ہے۔ اور یہ (۱۸، ۱۷ اور ۱۹ درجے کے اقوال) صبح کاذب کے ابتداء سے متعلق ہے۔

(اعلاء السنن ج ۲،ص ۱۵ ،ادارۃ القرآن، کراچی)

انصاف پر مبنی فیصلہ :

قارئین حضرات آپ ملاحظہ فرما چکے کہ مسلم ماہرین فن نے ۱۸ درجے پر اسٹرونومیکل ٹویلائٹ (فلکی شفق)

کو کیا کہا۔۔۔؟

کیا ان بزرگوں نے بلا جھجک (with full confidence) اس روشنی کو صبح کاذب قرار نہیں دیا ہے۔۔۔؟ قارئین مذکورہ بالا تمہید کی روشنی میں ہم یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ انصاف پر مبنی فیصلہ یہ ہے:

(۱) کہ غیر مسلم ماہرین کے بجائے متقدمین علماء اور ماہرین فن کی بات تسلیم کرنا لازم ہے۔

(۲) اور وہ بالاتفاق واضح اور صاف الفاظ میں یہ ہے،

”کہ جب آفتاب افق سے ۱۸ درجے نیچے ہوتا ہے اسوقت ظاہر ہونے والی روشنی بیاض مستطیل ہو کر صبح کاذب ہوتی ہے“

شبہ: اگر یہ کہا جائے کہ مشاہدہ کر کے دیکھا جائے اس وقت روشنی مستطیل نہیں ہوتی بلکہ مستطیر ہوتی ہے۔ لہٰذا ۱۸ درجے پر ظاہر ہونے والی روشنی صبح صادق ہی ہے۔

ازالہ شبہ: یہ ہے کہ یہ ویسے تُک والی یا محض کتابی اوراق تک محدود بات نہیں ہے بلکہ جن بزرگوں نے اس وقت ظاہر روشنی کو صبح کاذب قرار دی ہے انہوں نے تصریح فرمائی ہے کہ ہمارا یہ فیصلہ مسلسل تجربات کے بعد کیا گیا ہے۔ **انہ قد علم بالتجربة ، وقد عرف بالتجربة ، اذ قد علم بالتجربة** کے الفاظ تشریح کے محتاج نہیں ہیں۔ اب ہمارے لئے وہ تجربات زیادہ قابل اقتداء ہیں جو اکابر نے کئے تھے۔ جنکی تائید مندرجہ ذیل حقائق سے ہو رہی ہے:

(۱) مشاہداتِ احسن الفتاویٰ سے بھی ہو رہی ہے۔ جو براہ راست حضرات اکابر نے کئے تھے۔

(۲) فقیہہ العصر حضرت مولانا مفتی محمد فرید صاحب (جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک، نوشہرہ، سرحد) بھی فتاویٰ فریدیہ ج ۲ ص ۱۵۱ تحریر فرماتے ہیں:

(i) ”محکمہ موسمیات اور درجات کو بالائے طاق رکھیں ان کا اندازہ یہاں بھی مشاہدہ کے خلاف ہے“.....(فتاویٰ فریدیہ ج ۲ ص ۱۵۱، ۱۵۳)

آگے ص ۱۵۳ پر لکھتے ہیں:

(ii) ”ریاضی کے اصول پر یہ وقت پندرہ درجہ یعنی ۱۵x۴=۶۰ منٹ ہے مگر غروب شمس کے بعد مکرر مشاہدہ سے سوا گھنٹہ ثابت ہے اور صبح صادق کا وقت بھی اسی مقدار سے زائد نہیں ہے

ہمارے علاقہ میں صبح صادق ذوالقعدہ (۱۴۰۲ھ) کے اوائل میں میں چار بج کر پچیس منٹ بعد نکلتی ہے۔" (فتاویٰ فریدیہ ج ۲ ص ۱۵۱، ۱۵۳)

(۳) ہمارے ایک رشتہ دار جناب حضرت فضل وہاب صاحب جو تقویٰ اور احتیاط میں علاقہ میں معروف ومشہور ہیں۔ راقم بذات خود کئی دفعہ (اصلاحی تعلق کی بنیاد پر) حضرت صاحب کے ساتھ باوجود دوسرے محلے کے اعتکاف میں شریک ہوتا رہا۔ سحری اور صبح صادق کے تعین کا دارومداران حضرات کے نزدیک مشاہدے پر تھا۔ کیونکہ حضرت مغرب کی جانب دور کھیتی باڑی کرتے ہوئے آبپاشی کیلئے اکثر اوقات رات کے وقت جایا کرتے تھے۔ اسلئے ان کو مشاہدہ کا موقع نہایت آسانی کے ساتھ میسر آتا تھا۔ لہٰذا اکثر اوقات ایسا ہوا کہ پرانے نقشے کی بنیاد پر ارد گرد مساجد میں صبح کی اذانیں ہو رہی تھی اور ادھر ہم ابھی سحری کھا رہے ہوتے تھے۔ فقیر کے ایک سوال پر فرمایا کہ ہم نے کئی دفعہ صبح صادق کا مشاہدہ کافی تاخیر سے طلوع ہوتے ہوئے کیا ہے۔

(۴) صوابی شہر کی مرکزی جامع مسجد صوابی اڈہ کے پیش امام اور خطیب مولانا گل رحیم صاحب (جن کے سرکاری سطح پر میراث اور طلاق وغیرہ کے فتوے عدالتی فیصلوں میں پیش کئے جاتے ہیں) علی الاعلان (پرانے نقشوں کی مخالفت پر مصر تھے اور اس مخالفت میں اتنے متشدد ہو گئے تھے کہ ایک ملاقات پر انہوں نے اوقات کے حوالے سے گفتگو کرتے ہوئے فرمایا "کہ بھئی میں تو نقشہ نہ پرانا مانتا ہوں اور نہ نیا۔ نیا نقشہ تو میں نے خیر دیکھا نہیں کہ اس کے اوقات کیا ہیں، مگر پرانا نقشہ جو عام مساجد میں استعمال کیا جا رہا ہے، فجر اور عشاء کے اوقات کے حوالے سے تقریباً ۲۰ منٹ کے حساب سے غلط ہے"

(۵) ہم نے بھی الحمد للہ احباب سمیت بیسیوں مشاہدات کر کے حقیقت اس کے سوا کچھ نہیں پائی کہ اس وقت روشنی مستطیل ہی ہوتی ہے کوئی مستطیر نہیں ہوتی۔۔۔۔۔

خلاصہ کلام یہ کہ مذکورہ بالا شواہد سے یہ حقیقت بالکل واضح ہو گئی، کہ مشاہدے کے حوالے سے بھی اس بات میں کوئی وزن نہیں ہے کہ اس وقت (جب سورج ۱۸ درجے زیر افق ہوتا ہے) روشنی مستطیر ہوتی ہے بلکہ متقدمین ماہرین فن، علماء اور مفتیان حضرات کے مسلسل تجربات اس پر شاہد ہیں کہ اس وقت ظاہر ہونے والی روشنی بالکل مستطیل ہوتی ہے اور یہی صبح کاذب ہے۔

(جاری ہے)

اھمیتِ اعمال

حدیث شریف میں ایک شخص کا واقعہ مذکور ہے کہ قیامت کے دن ایک شخص کی نیکیاں اور بدیاں برابر ہوں گی اور وہاں کا قاعدہ یہ ہے کہ اگر نیکیاں زیادہ ہوں تو جنتی ہے اور بدیاں زیادہ ہوں تو دوزخی ہے۔ دونوں برابر ہوں تو چندے اعراف میں رکھا جائے گا کہ ایک نیکی کہیں سے تم کو مل جائے تو جنت میں بھیج دیا جائے گا۔ وہ شخص خوش ہوگا کہ میرے ماں باپ، بیوی بچے، دوست احباب بہت ہیں کسی سے ایک نیکی کا مل جانا کیا دشوار ہے۔ چنانچہ وہ جائے گا اور جا کر باپ سے اپنی حالت عرض کرے گا کہ مجھے ایک نیکی کی ضرورت ہے تم میرے باپ ہو، میرے حال پر رحم کرو ایک نیکی دے دو۔ وہ صاف جواب دے دے گا کہ یہاں ہم کو اپنی جان کی پڑی ہے، تجھے ایک نیکی کیسے دے دوں؟ ماں بھی اسی طرح جواب دے گی۔ اولاد بھی ٹکا سا جواب دے گی۔ دوست احباب بھی دور کی سنائیں گے۔ آخر نہایت مایوس ہو کر لوٹے گا۔ راستہ میں ایک شخص سخی ملے گا۔ جس کے پاس صرف ایک ہی نیکی ہوگی۔ وہ اس سے پوچھے گا کی میاں پریشان کیوں ہو رہے ہو، کیا بات ہے؟ وہ جواب دے گا کہ میری پریشانی کا علاج ہو سکتا تو میں ظاہر بھی کرتا مگر اس کا علاج کسی سے نہیں ہو سکتا، ہر ایک کو اپنی پڑی ہے ظاہر کرنے سے کیا فائدہ۔ ماں باپ، اولاد و اقارب، دوست و احباب سب جواب دے چکے۔ تم کیا کر لوگے؟ وہ کہے گا تم اپنا حال تو کہو شاید میں اس میں کچھ ساتھ دے سکوں۔ غرض بعد کلام بسیار یہ اپنا حال کہے گا کہ مجھے ایک نیکی کی ضرورت تھی۔ وہ شخص جواب دے گا کہ میرے پاس کُل ایک نیکی ہے اور وہ میرے کسی کام کی بھی نہیں کیونکہ گناہ بہت زیادہ ہیں۔ میں تو جہنم میں جاؤں گا۔ یہ نیکی ہوئی تو کیا، نہ ہوئی تو کیا۔ لے نیکی تو ہی لے جا۔ تیرے ہی کام آجائے گی۔ یہ شخص حیران ہوگا کہ یا اللہ! یہ کون سخی ہے جو اس طرح بے خبر اپنی نیکی دے رہا ہے۔ صاحبو! وہاں بھی یہ اہلِ دل ہی سخاوت کریں گے اور یہی مخلوق پر رحم کریں گے۔ ماں باپ کچھ کام نہ آئیں گے۔ غرض یہ شخص خوش ہو کر وہ نیکی لے کر لوٹے گا اور دربارِ الٰہی میں پیش کر دے گا۔ وہ تو بموجب اس قاعدہ کے بخش دیا جائے گا کیونکہ نیکیاں غالب ہو گئیں۔ اس کے بعد اس سخی صاحب کو بلایا جائے گا کہ تم نے یہ کیا کیا کہ اپنی نیکی دوسرے کو دے دی۔ کیا تم کو اپنی نجات کی فکر نہیں۔ وہ عرض کرے گا کہ الٰہی! میرے پاس صرف ایک ہی نیکی تھی۔ میں جانتا تھا کہ قاعدے کے موافق تو میں جہنمی ہوں اور یہ نیکی میرے واسطے کار آمد نہیں ہو سکتی۔ البتہ اگر حق تعالیٰ اپنے فضل سے بخش دیں تو اور بات ہے۔ مگر جب میری بخشش صرف فضل حق پر موقوف ہے اور میں اپنے عمل سے نہیں بخشا جا سکتا تو اس غریب کی بھی کیوں امید توڑوں۔ میں نے وہ نیکی اس مسلمان بھائی کو دے دی کہ اس کی مغفرت ہو جائے گی۔ میرا معاملہ رحمت حق کے سپرد ہے۔ تو وہ شخص اپنی اس سخاوت پر بخش دیا جائے گا۔

(خطباتِ حکیم الامت جلد اول سے انتخاب، ابوالاسد، کوہاٹ۔)

ملفوظاتِ شیخ 〈حضرت ڈاکٹر فدا محمد دامت برکاتھم〉(قسط۔۱۰)

(ظہور الٰہی فاروقی صاحب)

سارے مظاھرقدرت سے زیادہ قوت والا عمل مومن کا صدقہ کرنا ھے:

فرمایا کہ پہاڑ بڑی قوت والی چیز ہے، حدیث شریف میں فرمایا گیا ہے کہ پہاڑ سے زیادہ قوت والا لوہا ہے جو کہ پہاڑ میں سوراخ کر دیتا ہے اور پھر لوہے سے زیادہ قوت والی چیز آگ ہے جو کہ لوہے کو پگھلا دیتی ہے اور آگ سے زیادہ قوت والی چیز پانی ہے جو کہ آگ کو بجھا دیتا ہے اور پانی سے زیادہ قوت والی چیز ہوا ہے جو کہ پانی کو اُڑا دیتی ہے۔ مشرقی پاکستان میں جب ہوا چلی تو سمندر پر کھڑے جہاز کو اُٹھا کر خشکی پر پھینک دیا، اس جہاز کو پھر دوبارہ سمندر میں لانے کی کوئی چیز نہیں تھی، کوئی کرین نہیں تھی جو کہ پھر اس کو سمندر میں واپس لاتی، تو اس کو خشکی پر توڑا گیا جس کو آپ لوگ کہتے ہیں کہ Dismental (پُرزے پُرزے) کیا گیا۔ الطاف صاحب (سلسلے میں بیعت مرید)! سوزوکی وین کے اگلے ٹائر اور پچھلے ٹائر میں ہوا کی مقدار کتنی ہوتی ہے؟ الطاف صاحب نے جواب دیا کہ تیس (۳۰) پونڈ ہوتی ہے کیونکہ اس میں وزن ڈالتے ہیں، موٹروں میں پچیس ہوتی ہے۔ اور ٹرالا کتنا وزن اُٹھاتا ہے؟ ساٹھ ٹن وزن۔ سُبحان اللّٰہ ساٹھ ٹن وزن کو ۳۰ پونڈ ہوا اُٹھاتی ہے۔ ہوا کی قوت نے اتنا بوجھ اُٹھایا، اور پھر تیس یا چالیس میل فی گھنٹہ کی رفتار سے اور ستر یا اسی میل فی گھنٹہ کی رفتار سے اس کو دوڑا رہی ہے، سُبحان اللّٰہ۔ جس وقت قومِ عاد پر اللہ تبارک تعالیٰ نے عذاب بھیجنا چاہا تو فرشتے نے کہا کہ یا اللہ! کیا میں بیل کے نتھنے کے برابر یعنی بیل کی ناک کی ایک سوراخ کے برابر ہوا ان پر چھوڑ دوں تو اس کو اجازت نہیں ملی، پھر اس نے آخر میں کہا کہ یا اللہ! کیا میں سوئی کے ناکے کے برابر ان پر ہوا چھوڑ دوں تو اس کو اجازت ہوئی کہ ہاں اتنی ہوا چھوڑ دے۔

وَاَمَّا عَادٌ فَاُھْلِکُوْا بِرِیْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِیَۃٍ ○ سَخَّرَھَا عَلَیْھِمْ سَبْعَ لَیَالٍ وَّ ثَمٰنِیَۃَ اَیَّامٍ لا حُسُوْمًا لا فَتَرَی الْقَوْمَ فِیْھَا صَرْعٰی لا کَاَنَّھُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِیَۃٍ ○ (الحاقۃ: ۶،۷)

ترجمہ: ” اور عاد جو تھے، سو وہ ایک تیز وتند ہوا سے ہلاک کیے گئے، جس کو اللہ تعالیٰ نے ان پر سات رات اور آٹھ دن متواتر مسلط کر دیا تھا، سو (اے مخاطب اگر) تو (اس وقت وہاں موجود ہوتا) تو اس قوم کو اس طرح گرا ہوا دیکھتا کہ گویا وہ گری ہوئی کھجوروں کے تنے (پڑے) ہیں۔“ (بیان القرآن)

اوران پر جو چھوڑی تیز ہوا سات راتیں اور آٹھ دن اور وہ ساٹھ ہاتھ کے قد والے لوگ کہ ساٹھ ہاتھ نوے فٹ بنتے ہیں اور نوے فٹ والے آدمی کا پندرہ فٹ قدم ہوتا ہے اور پینتالیس (۴۵) میل فی گھنٹہ اس کی عام رفتار ہوتی ہے اور اگر دوڑے تو دو سو میل فی گھنٹہ اس کی رفتار ہوتی ہے، اور ہوا ان کو اُٹھاتی تھی اور پٹخ کر مارتی تھی زمین پر، اس طرح کہ جیسے کھجور کے تنے ہوں، یہ حشر ان کا کیا گیا۔ تو بات ہوا کی طاقت کی کر رہے تھے کہ پانی کی قوت سے زیادہ ہوا کی قوت ہے اور ہوا سے بھی زیادہ قوت والا مومن کا عمل ہے کہ جب یہ دائیں ہاتھ سے صدقہ کرے اس طریقہ سے کہ بائیں ہاتھ کو پتہ نہ چلے یہ ان سارے مظاہر قدرت سے زیادہ قوت والا عمل ہے جو ہوا پر بھاری، پانی پر بھاری، لوہے پر بھاری اور پہاڑ پر بھاری ہے۔ اتنی اس کی قوت ہے، اتنی اس کی تاثیر ہے اور اس کی اصلی قوت اور اصلی تاثیر تو آخرت میں ظاہر ہوگی بصورت عطائے جنت، بصورت لقائے ربّی، اور بصورت رضائے ربّی، تین نعمتیں ہیں۔ ہمارے مولانا صاحبؒ اس کو عطاء، لقاء اور رضا کی شکل میں فرماتے تھے۔ سُبحان اللّٰہ! ''مکتوباتِ صدی'' کتنی معرکتہ لآراء کتاب ہے دنیائے تصوف کی، اس نے عطاء اور لقاء کو تو لکھا ہوا ہے لیکن اس ترتیب سے عطاء، لقاء، رضا نہیں لکھا ہوا، ہمارے حضرتؒ کی ایسی شان تھی اتنی ان کی گہری نظر تھی۔

اعمال کا آخری نتیجہ تو آخرت میں ہونا ہے لیکن ضمنی طور پر اس کا اثر، پرتو اور عکس دُنیا کی اس زندگی پر آتا ہے:

فرمایا کہ ساری ترقیات، ساری کوششیں اور سارے مادی وسائل کے نتیجے میں آدمی یہ دو چیزیں چاہتا ہے کہ غم اور خوف سے نجات ملے۔ بڑی جائیداد، بڑا کاروبار، بڑی ملازمت، بڑی افسری، صدارت، وزارت اور یہ ساری چیزیں وغیرہ بڑے بڑے لوگوں سے پوچھو تو غم اور خوف سے نجات پانے کے لیے ہی حاصل کی جاتی ہیں۔ جب آپ پوچھیں کہ سیاست میں کیوں جھک مارتے ہیں، تکالیف اٹھاتے ہیں تو کہتے ہیں کہ کیا کریں، ہمارے کاروبار وغیرہ اتنے پھیلے ہوئے ہیں کہ جب تک وزارت ہمارے پاس نہ ہو تو ان کی حفاظت نہیں ہوسکتی۔ کہ ان کو بچانے کے لیے، ان کو سنبھالنے کے لیے ہم یہ سب کچھ کرتے ہیں، سیاست کے ذریعے حفاظت اور پروٹیکشن لیتے ہیں۔ تو سارے وسائل کو انسان جمع کر کے کہتا ہے کہ اس کے غموں کا علاج ہو اور اس پر خوف نہ ہو، اور وہ معنوی نعمت جس کا واضح طور پر کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے جو خاص دوست ہوتے ہیں

ان پر نہ غم ہوتا ہے اور نہ خوف، ایسی زندگی اللہ تعالیٰ ان کو دیتا ہے۔ ایسی زندگی ان کو ملتی ہے کہ اس میں غم اور خوف سے ان کو نجات ہوتی ہے۔ بڑا بنگلہ ہے لیکن خوف ہے تو کیا فائدہ ہوا؟ بڑا عہدہ ہے لیکن غم ہے تو کیا فائدہ ہوا؟

ایوب میڈیکل کالج کے شعبہ سائیکاٹری (امراض نفسیات و ذہنی) کا جو سربراہ ہے یہ شاگرد ہے ہمارا۔ اس نے مجھے ایک کہانی سنائی کہ ڈاکٹر صاحب میں کلینک میں بیٹھا ہوا تھا کہ علاج کے سلسلے میں ایک ماڈرن عورت آ گئی۔ بیٹھتے ہی اس نے سگریٹ سلگایا اور کش لگانا شروع کر دیا، ڈاکٹر احوال معلوم کرتا ہے تشخیص کے لیے History لیتا ہے، تو ڈاکٹر نے احوال پوچھنے شروع کیے۔ اس سے کہا کہ بی بی آپ سگریٹ نہ پیئں، تو وہ عورت بہت غصہ ہوئی اس نے انگریزی میں باتیں کرنا شروع کر دیں اور کہا:

Every body is saying, "Stop smoking,stop smoking but no body has asked me why I am smoking?"

{ہر کوئی کہتا ہے کہ سگریٹ پینا بند کر دو لیکن کوئی یہ نہیں پوچھتا ہے کہ میں سگریٹ کیوں پیتی ہوں؟} تو میں نے پوچھا کہ بتائیں آپ کیوں سگریٹ پیتی ہیں؟ وہ جس آدمی کی بیوی تھی اس کا کلینک کے سامنے پورا ایک محل نما گھر تھا کسی علاقے کا نواب تھا اور یہ کیمبرج یونیورسٹی سے پڑھی ہوئی عورت تھی۔ وہ ڈاکٹر صاحب کہتے ہیں کہ اس عورت نے اس طرح کہا کہ:

I have been living in this jail for the last thirty years.

{کہ میں اس جیل میں گذشتہ تیس سالوں سے رہ رہی ہوں} اس نواب کی بیوی، اس نواب کا محل اور سارے وسائل واسباب، سب راحتوں وخوشیوں کے سامان اور اس میں رہنے والی عورت اس بات کا اعلان کر رہی ہے کہ میں تیس سالوں سے اس جیل میں رہ رہی ہوں۔ گویا اندر زندگی جو اس کی ہے وہ جیل ہے، دُکھ ہے، غم ہے، اندوہ ہے تو میں آپ سے عرض کر رہا تھا کہ اعمال کا آخری نتیجہ تو آخرت میں ہونا ہے لیکن ضمنی طور پر اس کا اثر، پرتو اور عکس دنیا کی اس زندگی پر آتا ہے اور دنیا کی زندگی کے بارے میں کہا ہوا ہے کہ حیات طیبہ دیں گے۔ اگر مالدار ہوں گے تو خوش ہوں گے، اگر غریب ہوں گے تو خوش ہوں گے، صدر و وزیر ہوں گے تو اطمینان میں ہوں گے اور اگر فقیر ہوں گے تو اطمینان میں ہوں گے، وہ اطمینان، راحت و عافیت، غم سے نجات اور دُکھ و

پریشانی سے نجات، یہ ضرور تمھیں دیں گے۔

الا ان اولیاء اللّٰہ لا خوف علیھم و لا ھم یحزنون o (یونس:۶۲)

ترجمہ: یاد رکھو اللہ کے دوستوں پر نہ کوئی اندیشہ ہے اور نہ وہ مغموم ہوتے ہیں۔(بیان القرآن)

سب سے زیادہ ثواب اپنے بال بچوں کے ضروری نان نفقہ کا ھے:

فرمایا کہ سب سے زیادہ ثواب جو ہے وہ اپنے بال بچوں کے ضروری نان نفقہ کا ہے، تعیش نہیں، صرف ضرورت وسہولت۔ زندگی کے تین درجے ہیں، ضرورت، سہولت، اور تعیش۔ضرورت....ضرر سے ہے اس کو نہ پورا کرنے سے آدمی کو ضرر ہوتا ہے، آدمی کو تکلیف ہوتی ہے، آدمی کو نقصان ہوتا ہے۔اور سہولت.... کہ آدمی کی ضرورت آسانی سے پوری ہوگئی تکلیف نہیں ہورہی۔اور تعیش یہ ہے کہ ایسی چیز میں آدمی پڑ گیا کہ جس کا اس کو کوئی فائدہ نہیں ہے اور خواہ مخواہ وسائل ضائع کررہا ہے۔تو آپ ضرورت وسہولت کے لیے اپنے بال بچوں کو جو نفقہ دیتے ہیں سب سے زیادہ ثواب، اخراجات میں سے اس کا ہے۔احیاء العلوم میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا قول لکھا ہوا ہے کہ جس وقت میں گھر والوں کے لیے سودا وغیرہ خریدنے بازار میں گیا ہوا ہوتا ہوں تو میرا دل چاہتا ہے کہ میری موت اس وقت آئے کیونکہ اتنی فضیلت والے عمل میں موت بہت اچھی حالت کی موت ہے۔حضرت والا نے الطاف صاحب (سلسلے میں بیعت مرید) سے پوچھا کہ کبھی آپ نے نیت کی اس نیکی کو حاصل کرنے کی جب سودا لینے جارہے ہو جس کا اتنا اجر وثواب ہے۔(جواب میں الطاف صاحب نے کہا کہ جب سے آپ کا بیان اس بارے میں سنا ہے تب سے کی ہے، جس پر حضرت والا نے فرمایا الحمدللّٰہ)۔تو ہمارے ہاں تعطل نہیں ہے یہ انگریزوں کا فلسفہ ہے جو ناقص ہے اور ناپختہ ہے.خواہ وہ روسیو ہے یا والٹیر یا فرائیڈ وغیرہ ہے سب کے فلسفے ناپختہ اور اپنی اپنی جگہ پر بودھے ہیں اگر ان پر تھوڑا سا دانشورانہ اعتراض کیا جائے تو انکے پاس کوئی جواب نہیں ہوتا۔بفضلہٖ تعالیٰ وہ فلسفہ جس نے چودہ سو سال سے باطل کو شکست دی ہے اور دے رہا ہے اور جس کا جواب کوئی نہیں لا سکا وہ قرآن ہے۔

عمل کا اصلی نتیجہ تو آخرت میں ھے:

فرمایا کہ عمل کا اصلی نتیجہ تو آخرت میں ہے، عطاء، لقاء، رضا، کی شکل میں.''عطاء'' یعنی جنت کی نعمتیں عطا ہونگی، قرآن پاک نے اعمال کے نتائج اور فوائد جو بیان کیے ہیں تو اس کی کوئی دو آیتیں سارے

قرآن پاک میں ایسی ہیں کہ اس میں دنیا کے معاوضے کا تذکرہ ہوا ہے ورنہ سارا آخرت کا تذکرہ ہے۔ عمارتوں کا، سواریوں کا، کھانے پینے کا۔ شادیوں کا جو تذکرہ کرتے رہتے ہیں، باپ بیٹے کو کہتا ہے کہ کام نہیں کرتے تو ہم خاک تمھاری شادی کرینگے اور ہم اس کو سمجھاتے رہتے ہیں، اور دنیا کے سارے چرچے کر کے اور سارے تذکرے کر کے اس کو ہمت دلاتے ہیں یعنی اس کو Inspire کرتے ہیں۔ قرآن پاک نے اعمال کا بدلہ دنیا میں آیت، لا خوف علیھم و لا ھم یحزنون (نہ کوئی اندیشہ ہے اور نہ وہ مغموم ہوتے ہیں) کی صورت میں بیان کیا ہے۔..........(بیان القرآن)

اور ایک دوسری آیت جو کہ سورہ نوح کی ہے کہ:

فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ قف اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا o يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا oوَّ يُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّ بَنِيْنَ وَ يَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّ يَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًاo (نوح:۹،۱۰،۱۱)

ترجمہ: اور میں نے کہا کہ تم اپنے پروردگار سے گناہ بخشواؤ بے شک وہ بڑا بخشنے والا ہے کثرت سے تم پر بارش بھیجے گا اور تمھارے مال اور اولاد میں ترقی دیگا اور تمھارے لیے باغ لگا دیگا اور تمھارے لیے نہریں بہا دیگا۔ (بیان القرآن)

پہلی آیت میں جو معاوضہ بیان ہوا ہے وہ مادی نہیں ہے، معنوی اور روحانی ہے صرف دوسری آیت میں اعمال کے بدلے میں بارشوں کا برسنا اور دوسری چیزوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ ورنہ سارے قرآن میں اور حدیث میں اعمال کے بدلے کا تذکرہ اگر آیا ہے تو آخرت کے حوالے سے کہ وہاں کی نعمتوں، چیزوں، وہاں کے مکان، وہاں کی سواریاں، وہاں کی مجالس، وہاں کے باغات، وہاں کی نہریں، وہاں کی موسیقی اور وہاں کی عورتیں اور ان کا حسن و جمال وغیرہ ان چیزوں کا بیان ہوا ہے۔ اول تو اعمال کے نتائج وہاں مرتب ہو رہے ہیں لیکن ضمنی طور پر اس دنیا کے بارے میں بھی اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے۔

مَنْ عَمِلَ صَالِحًامِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَ هُوَمُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً (النحل:۹۷)

ترجمہ: جو شخص کوئی نیک کام کرے گا خواہ وہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ صاحبِ ایمان ہو تو ہم اس شخص کو بالطف زندگی دیں گے۔.......(بیان القرآن)

(باقی آئندہ)

ہیپاٹائیٹس کا ہوا

(ڈاکٹر محمد سفیر صاحب، میڈیکل اسپیشلسٹ، نصیر ٹیچنگ ہسپتال، پشاور)

ہیپاٹائیٹس بی (جسے عام طور پر سفید یرقان) اور ہیپاٹائیٹس سی (جسے عام طور پر کالا یرقان کہتے ہیں)، وائرس کی بیماریاں ہیں جو جگر یا بدن کے باقی اعضاء کو متاثر کر سکتی ہیں۔ لفظ متاثر اس لئے لکھا ہے کہ ضروری نہیں ہے کہ جس انسان کے بدن میں یہ وائرس ہیں اس کو ضرور جگر کی تکلیف ہوگی یا اسکا باقی بدن اس سے متاثر ہوگا۔ بحوالہ:

(Current Book of Medicine 2008, Oxford Book of Medicine 2004)

انسان کے بدن کو مختلف قسم کے جراثیم کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ یہ جراثیم بیکٹیریا، پیراسائیٹس یا وائرس ہو سکتے ہیں مثلاً ٹی بی کے جراثیم، نمونیہ کے جراثیم، ٹائیفائیڈ کے جراثیم یا فلو (common cold) کا وائرس وغیرہ۔ اسی طرح ہیپاٹائیٹس بی اور سی بھی عام قسم کے وائرس ہیں جو عموماً جسم کو اسطرح متاثر نہیں کرتے جس طرح عوام الناس میں بلکہ ڈاکٹروں میں خوف وہراس کی شکل میں مشہور ہو گیا ہے۔

عوام الناس اور ڈاکٹروں میں ہیپاٹائیٹس بی اور سی کا خوف وہراس اور اس کی وجوہات:

ہیپاٹائیٹس بی اور سی کا خوف وہراس عوام میں اس قدر ہے کہ اگر کسی کو معلوم ہو جائے کہ اس کے ٹیسٹ میں یہ وائرس موجود ہیں تو وہ یہ سمجھتا ہے کہ میری موت آج واقع ہوئی یا کل واقع ہو جائے گی۔ موت کا یہ یقینی خوف کہ اسی وائرس سے میری موت واقع ہوگی اتنا زیادہ ہے کہ اس کی وجہ سے لوگ ذہنی مریض بن رہے ہیں اور ہر وقت اسی خوف میں مبتلا رہتے ہیں۔ ان کو بہت سمجھائیں لیکن کوئی سمجھتا تک نہیں جب تک کہ لاکھوں روپے لگا کر اپنی تسلی نہ کر لیں۔ یہی حال ڈاکٹروں کا ہے۔ لاکھوں روپے کا ذکر اس لئے کیا کہ عوام الناس کو مختلف ذرائع سے یہ بات معلوم ہے کہ ان بیماریوں کے علاج کے لئے مختلف دوائیاں ہیں۔ جب تک وہ استعمال نہ کر لیں ہم ٹھیک نہیں ہونگے۔

اس غلط فہمی کی وجوہات:

۱) مریض کا مرض کے بارے میں ہر ایک سے مشورہ لینا

۲) لیبارٹری ٹیکنیشن کا مریض کو بیماری کے متعلق معلومات دینا

۳) اخبارات کا غیر معیاری معلومات فراہم کرنا

۴) مختلف ٹی وی چینلز پر ہیپاٹائیٹس بی اور سی کے بارے میں نام نہاد ڈاکٹروں کو بلوا کر ہیپاٹائیٹس پر بحث کرنا

۵) ریڈیو خاص کر ایف ایم (F.M) ریڈیو جو ایک طرف تو ایک عام دیہاتی آدمی کو اوقات گزارنے

کے لئے ہر قسم کی موسیقی فراہم کر رہا ہے اور دوسری طرف ہپاٹائیٹس بی اور سی کے بارے میں عوام میں خوب خوف و ہراس کا ذریعہ ہے۔

۶) خاص کر خود ڈاکٹروں کا مریض کے خوف کو اجاگر کرنا (جب کہ یہ بات قطعاً میڈیکل اُصولوں کے خلاف ہے)

مندرجہ بالا وجوہات کی وجہ سے مریض کبھی ایک لیبارٹری سے ٹیسٹ کراتا ہے کبھی دوسری لیبارٹری سے۔ خود کو ٹیسٹوں کے جال میں پھنسا دیتا ہے اور ساتھ ساتھ ذہنی تناؤ علیحدہ۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ آخر میں مریض اپنا نہیں بلکہ اپنے ٹیسٹوں کا علاج کروانا چاہتا ہے۔ اس موضوع پر آگے بحث کریں گے۔

بین الاقوامی اعداد و شمار:

80% سے زیادہ مریض جن کے خون میں ہپاٹائیٹس سی کے جراثیم پائے جاتے ہیں ان کو کوئی تکلیف اور علامات نہیں ہوتیں کہ جن کا علاج کرنے کی ضرورت ہو۔ یہ لوگ اگر متوازن غذا استعمال کریں، اپنے آرام اور مشقت کے اوقات کا توازن رکھیں، منشیات سے پرہیز کریں، ہلکی پھلکی ورزش کریں، کوئی بھی بیماری ہونے کی صورت میں بروقت علاج کریں، ایسی دوائیاں استعمال نہ کریں جن کا جگر پر مضر اثر (side effect) آتا ہو، پرسکون دینی ماحول اختیار کریں تو یقین (guarantee) کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ یہ تا عمر محفوظ رہیں گے۔ ان میں سے 20% مریضوں کی تھوڑی سی تعداد کو ۲۰ سے ۴۰ سال کے طویل زمانہ کے بعد جگر میں cirrhosis ہو سکتا ہے۔ مزید یہ مریض cirrhosis کے بعد بھی ۵ تا ۱۰ سال بغیر کسی تکلیف کے زندگی گزار سکتا ہے۔ اب اگر کسی مریض کو یہ معلوم ہو گیا کہ اس کے خون میں ہپاٹائیٹس سی ہے تو بغیر کسی علاج کے بھی ۳۰ سے ۴۰ سال تک ساری complications کے ساتھ زندگی گزار سکتا ہے۔ اور cirrhosis کے ساتھ بھی مریض معمول کی زندگی بغیر کسی تکلیف کے گزار سکتا ہے۔ باقی 80% مریضوں میں سے اکثر اپنی قوت مدافعت سے وائرس ختم (clear) کر لیتے ہیں۔ بعض کے بدن میں وائرس بغیر کسی تکلیف کے رہ سکتا ہے جن کو HCV Carrier کہتے ہیں۔ وہ 20% مریض جن کو ۲۰ یا ۴۰ سال کے بعد cirrhosis ہو سکتا ہے یہ وہ مریض ہوتے ہیں جن کو cirrhosis سے پہلے Active Hepatitis ہو سکتا ہے صرف یہ لوگ جن کو Active Hepatitis (یعنی واضح یرقان) ہو جائے ان کے لئے انٹرفیرون (Interferon) انجکشن کی ضرورت پڑ سکتی ہے۔ تقریباً یہی اعداد و شمار ہپاٹائیٹس بی کے بھی ہیں۔

ٹیسٹوں کی یلغار: یورپ اور امریکہ میں کسی مریض کا کسی آپریشن سے پہلے ہپاٹائیٹس بی یا سی کا screening ٹیسٹ نہیں کیا جاتا اور نہ ہی بچے کی پیدائش سے پہلے ماں کا یہ ٹیسٹ کیا جاتا ہے۔ یہ بات بہت حیرت

انگیز ہے کہ پاکستان میں یہ ٹیسٹ ہر مریض کی ہر قسم کی سرجری اور ہر قسم کے مرض میں کیئے جاتے ہیں۔ ہیپاٹائیٹس بی اور سی کے پھیلنے اور ایک انسان سے دوسرے انسان کو لگنے کے مختلف ذرائع میڈیکل کی کتابوں میں لکھے گئے ہیں۔ خصوصاً انتقالِ خون سے، نشہ میں مبتلا لوگوں کے ایک ہی سرنج سے ایک دوسرے کو نشہ آور ادویات لگانے سے، مردوں اور عورتوں کے غیر ازدواجی جنسی تعلقات یا مردوں کے مردوں کے ساتھ یا عورتوں کے عورتوں کے ساتھ جنسی تعلقات سے۔ پاکستان میں اکثر مریضوں میں یہ وجوہات کم پائی جاتی ہیں ماسوائے خون دینے کے۔ انصاف سے دیکھا جائے تو ہیپاٹائیٹس کے پھیلاؤ کے یہ ذرائع مغربی مما لک میں تقریباً ہر دوسرے انسان میں پائے جاتے ہیں۔ خاص کر ہفتہ اور اتوار کی چھٹی کے دنوں میں ان قوموں کی جو حالت ہوتی ہے وہ کسی سے مخفی نہیں۔ اس کے باوجود سکریننگ ٹیسٹوں کی یلغار پاکستان جیسے ملک پر لاگو ہے جبکہ ان مما لک میں کوئی screening نہیں کی جاتی۔ مزید حیران کن بات یہ ہے کہ ایڈز (Aids) جو کہ خاص کر مغربی مما لک کی بیماری ہے اس مرض تک کا screening ٹیسٹ نہیں کیا جاتا۔

اگر مغربی مما لک میں ہیپاٹائیٹس بی، سی اور ایڈز کی سکریننگ کی جائے تو ہر دوسرے فرد میں ہیپاٹائیٹس بی، سی یا ایڈز کے جراثیم پائے جائیں گے۔ جبکہ پاکستان میں یہ اعداد و شمار کم ہیں۔ ایک اور حقیقت یہ ہے کہ ہیپاٹائیٹس بی اور سی کے علاج سے متعلق جتنی نئی تحقیقات ہو رہی ہیں وہ تو مغربی مما لک میں ہو رہی ہیں پاکستان میں نہیں ہو رہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ مرض وہاں زیادہ ہے۔

مختلف علاج اور نتائج:

اب اگر ہم ہیپاٹائیٹس بی اور سی کے علاج کا ذکر کریں تو گزشتہ بحث سے یہ بات ظاہر ہے کہ 100 میں سے %10-20 لوگوں کو دوائی یا انجکشن کی ضرورت پڑتی ہے اور اس کے نتائج بھی %40-50 کے درمیان ہیں یعنی آدھے یا آدھے سے بھی کم لوگوں کو یہ علاج فائدہ دے سکتا ہے۔

مشہور مقولہ ہے کہ وہم کا علاج لقمانِ حکیم کے پاس بھی نہیں تھا۔ پاکستان میں لوگوں میں ہیپاٹائیٹس بی اور سی کا اس قدر غم و خوف پیدا کر دیا جاتا ہے اور مریض کے دماغ میں یہ بات بٹھا دی جاتی ہے کہ اگر انجکشن نہ لگے تو موت تمھارا انتظار کر رہی ہے۔ اس بنا پر بیوقوف مریض لاکھوں روپے انجکشن پر لگا بیٹھتا ہے۔ ڈاکٹر کا کیا ہے، اس نے تو اپنا اُلو سیدھا کرنا ہے۔ خوف خدا نام کی کوئی چیز تو ہے نہیں۔ اس طرح کروڑوں روپے کا سرمایہ ملٹی نیشنل کمپنیاں ہماری قوم سے لوٹ رہی ہیں۔ اسی مقصد کی بنا پر نہ تو ڈاکٹر مریض کو وقت دیتا ہے تاکہ اس کو سمجھائے اور اس کا وہم دور کرے اور نہ ہی مریض اپنی بیوقوفی کے ہاتھوں سمجھانے والے ڈاکٹروں کی بات کو تسلیم کرنے کے لئے تیار ہوتا ہے۔ حالانکہ Reassurance (تسلی) اور Counselling (حوصلہ افزا مشاورت) سے کینسر تک کا علاج ممکن ہے۔

ہمارے پاس ایسی بہت سی مثالیں ہیں کہ مریض کا تشخیص شدہ کینسر جس کے لئے کینسر کا علاج تجویز کیا جاچکا تھا اور جو کہ اپنی زندگی سے مایوس ہو چکا تھا Reassurance سے مکمل ٹھیک ہوا۔

مزید حیرت اس بات پر ہوتی ہے کہ انسان بیمار بھی ہو اور اپنے علاج کے سلسلے میں اونچے سے اونچے ڈاکٹر کے پیچھے بھاگتا ہو لیکن کبھی صدقہ وخیرات کا خیال تک دل سے نہ گزرتا ہو کہ اس کی برکت سے اللہ تکلیف کو دور کرتا ہے اور ہونے والے علاج میں شفا اور تاثیر ڈالتا ہے۔ جو مریض علاج میں عاجزی کرتا ہے اللہ اس کی مرض کا غیب سے علاج فرماتے ہیں۔ عاجزی سے مطلب ہے کہ جتنی توجہ اور فکر دوائی اور ڈاکٹر پر ہوتی ہے ایسے ہی توجہ اپنے اللہ کی طرف کرے۔ صدقہ، خیرات، دعا، صلوٰۃ حاجت کے ذریعے اللہ کی طرف رجوع کرتا رہے تو حیرت انگیز نتائج سامنے آتے ہیں۔

آجکل ہیپاٹائیٹس بی کی ویکسین Engerix کا نام بہت کم سننے میں آتا ہے حالانکہ آج سے چھ، سات سال پہلے ہر جگہ، ہر ہسپتال، کلینک، لیبارٹری اور میڈیا پر اسی بات کا چرچا تھا کہ ہیپاٹائیٹس بی سے بچاؤ کے لئے ویکسین لگوائیں۔ کیا ہیپاٹائیٹس بی ختم ہو چکا ہے؟ دراصل اس ملٹی نیشنل کمپنی نے اپنا مال ویکسین کی صورت میں بیچنا تھا جو انھوں نے بیچ دیا۔ اس لئے اب ہیپاٹائیٹس بی کی ویکسین یعنی اِنجریکس کا چرچا ختم کر دیا گیا ہے۔ مزید یہ کہ بعضے مریضوں نے انجریکس کے ٹیکہ جات لگائے لیکن پھر بھی ان کو ہیپاٹائیٹس بی ہوا ہے۔

کئی ایسے مریض جنھیں ہیپاٹائیٹس بی یا سی ہوا لیکن علمی طبی لحاظ سے انھیں کسی انجکشن مثلاً Interferon کی ضرورت نہ تھی لیکن انہیں یہ انجکشن لگائے گئے جس سے مریض کی حالت مزید خراب ہوئی کیونکہ اِنٹرفیرون سے Bone Marrow (ہڈی کا گودا) تک متاثر ہوتا ہے جس سے مریض کے خون کے سارے اجزاء میں کمی آ سکتی ہے۔ بعض ڈاکٹر صاحبان کی دوائی کی کمپنی کے ساتھ Deal (معاہدہ) ہوتی ہے، آدھے پیسے کمپنی لیتی ہے اور آدھے پیسے مابدولت ڈاکٹر صاحب لیتے ہیں اور اس طرح غیر اخلاقی ترتیب (unethical practice) چل رہی ہے۔

حوالہ جات:

Oxford Book of Medicine 2004

Harrison's Book of Medicine 2005

Davidson's Principles and Practice of Medicine 2007

Current Medical Diagnosis and Treatment 2008

ایک واقعہ حضرت معین الدین صاحب اجمیریؒ کی زندگی کا قابلِ ذکر ہے۔ وہ یہ کہ جب سلطان عبدالعزیز ابن سعود نے حجاز پر قبضہ کرلیا اور شریف حسین کو وہاں سے نکال دیا۔ مکہ شریف اور مدینہ شریف میں جتنی پختہ قبریں تھیں یا اُن پر عمارتیں تھیں وہ سب مسمار کردیں۔

یہاں تک کہ حافظ وھبہ نے، جو سعودی حکومت کے مفتی اعظم تھے، سلطان کو مشورہ دیا کہ حضور اقدس ﷺ کے گنبد کو گرادیا جائے۔ سلطان چونکہ بہت عقلمند تھا اس نے حافظ وھبہ کو جواب دیا کہ میں تمام ملکوں سے جید علماء اسلام مکہ شریف بلاؤں گا، تم اُن سے بحث کرو جب وہ سب مان لیں گے تو میں گنبد کو بھی گرادوں گا۔

چنانچہ حج کے دنوں میں ابن سعود نے چین، روس، ترکی، ایران، افغانستان، ملایا، انڈونیشیا، ہندوستان کے علماء کو دعوت نامے بھیجے جو سب نے قبول کئے اور وہاں پہنچ گئے۔ ہندوستان کے جمعیت علماء کے صدر جناب مفتی کفایت اللہ صاحبؒ تھے اور نائب صدر حضرت مولانا معین الدین صاحبؒ تھے۔ یہ دونوں بھی مکہ شریف گئے تھے۔ حج سے فارغ ہونے کے بعد سلطان نے تمام علماء کو دعوتِ طعام دی اور یہ بھی کہا کہ حافظ وھبہ سے گنبد کے معاملہ میں بحث کی جاوے۔ باہر کے علماء ایک وکیل مقرر کریں۔ تمام ملکوں کے علماء نے علماءِ ہند کو اختیار دیا۔ حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحبؒ نے حضرت مولانا معین الدین صاحبؒ کو مقرر کردیا۔

کھانے کے بعد مباحثہ شروع ہوا۔ حافظ وھبہ نے کہا کہ حضورِ اقدس ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا کہ پختہ قبر مت چھوڑو اور اس پر آبادی گرادو۔ سلطان نے حضرت مولانا صاحبؒ سے کہا کہ جواب دیں۔ حضرت مولانا صاحبؒ نے کہا کہ حضور اقدس ﷺ کو عشرہ مبشرہ، جن میں حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ بھی شریک تھے، نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے کمرے میں دفن کیا جو آباد تھا۔ اس پر حافظ وھبہ کو غصہ آیا اور کہا کہ میں قولِ رسول پیش کرتا ہوں۔ سلطان نے حافظ وھبہ کو خاموش کردیا اور کہا کہ ہم تک تو اسلام حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ نے پہنچایا ہے، جب حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ نے حضور اقدس ﷺ کو آبادی میں دفن کیا ہے تو میں یہ آبادی قبر سے کبھی نہیں ہٹاؤں گا، خواہ آبادی کسی قسم کی ہو مربع ہو یا مدور یعنی چھت ہو یا گنبد ہو یہ آبادی برقرار رہے گی۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے یہ گنبد محفوظ رکھا ورنہ حافظ وھبہ نے تو ختم کردیا تھا۔

گردوپیش سے سلسلے سے متعلق حضرات یہ شکایتیں پیش کررہے ہیں کہ غیر مقلدین حضرات، جنہیں اہلِ حدیث کہا جاتا ہے، الجھتے اور بحث مباحثہ کرتے ہیں کہ تم لوگ حدیث کے خلاف چل رہے ہو، حدیث پر امام کی باتوں کو ترجیح دیتے ہو۔ بعض تو یہاں تک کہہ دیتے ہیں کہ حدیث کا انکار کرتے ہو۔ بعضے یہاں تک آجاتے ہیں کہ تم نے یہود کی طرح ،**اتخذو احبارھم و رھبانھم ارباب من دون اللہ** ، اپنے علماء اور درویشوں کو اللہ کی جگہ ربّ بنایا ہوا ہے۔ اس بحث سے بات کو کفر کے فتوے تک لے جاتے ہیں۔ خاص زور آمین بالجہر اور رفع یدین پر ہوتا ہے۔

اس سلسلہ میں بندہ کی طرف سے عرض ہے کہ آپ انہیں اپنے مسلمان بھائی سمجھیں کیونکہ توحید، رسالت اور آخرت کے عقائد، اس طرح پانچ نمازیں، نمازوں کی رکعت یہ تو متفق علیہ مسائل ہیں، یہ تو اُصولی چیزیں ہیں۔ اس کے علاوہ دین کا ایک حصہ فروعی مسائل ہیں۔ فروعی مسائل کے سلسلہ میں خود حضورﷺ کے سامنے آپؐ کے دور میں صحابہ کرامؓ نے اپنی اپنی صوابدید کے مطابق مختلف تشریحات کی ہیں اور اُن پر عمل کیا ہے جس کے لئے آپؐ نے یہ نہیں فرمایا کہ ایک گروہ نے ٹھیک کیا اور دوسرا غلطی پر ہے۔ اس لئے فروعی مسائل میں ائمہ کے اختلافات ہیں۔ ہر کسی نے نیک نیتی سے صحیح سے صحیح بات تک پہنچنے کی کوشش کی ہے اور اپنی رائے کے حق میں دلائل دیئے ہیں۔ جو آدمی دلائل سننے کے بعد جن دلائل سے متاثر ہو جائے اس کے ذمے لازم ہو جاتا ہے کہ اس کی پیروی کرے۔ اس طرح کچھ فقہی ترتیبیں مختلف علاقوں میں چل پڑی ہیں۔ وہاں کے ائمہ مجتہدین، ان کے ادارے اور مدارس، ان کی کتابیں، نیز ان معاشروں میں ان کے معاشرتی تعلقات، ان علاقوں اور معاشروں میں توازن، جوڑ، یک جہتی، اعتماد و اعتبار اور محبت کے تعلقات ان علاقوں میں تقلید کی عظیم نعمتیں ہیں۔ ان کو چھیڑنا دانشمندی کی بات نہیں ہے۔ نیز ان غیر مقلدین کو سمجھایا جائے کہ رفع یدین، آمین بالجہر، ننگے سر ہو کر نماز پڑھنا، ٹانگیں کھول کر نماز پڑھنا یہ ایسے مسائل نہیں کہ ان کا پرچار کیا جائے اور ان کی تبلیغ کی جائے، بلکہ تبلیغ توحید، رسالت، آخرت، عبادات، اخلاقِ فاضلہ مثلاً اخلاص، تواضع، ہمدردی، کبر سے بچنا، حسد سے بچنا، ان چیزوں کی ہوتی ہے۔ اس تبلیغ سے معاشرے میں مثبت تبدیلی آتی ہے اور شخصیت کی تعمیر ہوتی ہے۔

سانچ کو آنچ نہیں

(محمد الطاف حسین، اسلامیہ کالج پشاور)

محترم جعفر خان بندہ (الطاف) کا براہ راست شاگرد ہے۔ بعد میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ڈاکٹر فدا صاحب مدظلہٗ سے بیعتِ توبہ کا شرف بھی نصیب فرمایا اور اللہ تعالیٰ نے زندگی بدلنے کی توفیق عطا فرمائی۔ پشاور یونیورسٹی سے اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے بعد بضرورت معاش ابوظہبی میں کام کر رہا ہے۔ حضرت ڈاکٹر صاحب سے اپنے معاملات میں مشورہ کرتے رہتے ہیں اور اس کے مطابق عمل کرتے ہیں۔

چند مہینے پہلے بندہ کے ساتھ ٹیلی فون پر رابطہ کیا کہ مجھے بہت بڑا مسئلہ درپیش ہے۔ میرے ساتھ ایک حادثہ ہوا ہے۔ ہوا یوں کہ ایک رات میرے پاس چند دوست ملنے آئے۔ اس وقت ایک اور ساتھی کا بھی ہم سے رابطہ ہوا۔ ہم نے اس کو وہی سے لینے کے لیے کہہ دیا کہ آتے ہیں آپ کو لینے۔ میں اور ایک دوسرا ساتھی باہر نکلے۔ میں نے اس کی گاڑی لے لی کہ ڈرائیونگ میں کروں گا گو کہ میرے پاس وہاں کا ڈرائیونگ لائسنس نہیں تھا۔ وہاں کی بڑی بڑی سڑکیں اور شاہراہیں بس میں نے خوب گاڑی تیز کر دی۔ مجھے کچھ پتہ نہیں چلا کہ کیا ہوا لیکن گاڑی اسی تیز رفتاری میں اُلٹ گئی اور چند قلابازیاں کھائیں۔ لوگ دوڑ کر آگئے کہ درمیان میں تو کوئی بھی نہیں بچا ہوگا لیکن اللہ تعالیٰ کا احسان اور سلسلہ کی برکت کہ مجھے تو خراش تک بھی نہیں آئی اور دوسرے ساتھی کو معمولی چوٹیں آگئیں۔ پولیس والے آگئے مجھ سے لائسنس کے بارے میں پوچھا۔ میں نے کہا کہ ابھی نہیں بنایا۔ خیر مقدمہ میرے خلاف درج کر دیا۔ اُن دوستوں نے میری مدد کرنے کی بجائے میرے خلاف گاڑی کی اغواء کا مقدمہ بھی درج کر دیا اور بعد میں پتہ چلا کہ وہ گاڑی کسی کرایہ والے سے کرایہ پر لے کر آئے تھے اور ساتھ گاڑی کی تمام قیمت ادا کرنے کا مطالبہ بھی کر دیا۔ مجھے میرے وکیل نے کہہ دیا ہے کہ آپ صاف انکار کر دیں اور جھوٹ بول لیں کہ آپ نے کچھ نہیں کیا، مجھے کچھ پتہ نہیں۔ جعفر صاحب نے حضرت ڈاکٹر صاحب سے رابطہ کیا اور سارا واقعہ کہہ سنایا۔ حضرت ڈاکٹر صاحب نے اُن کو واضح طور پر کہہ دیا کہ ہمارے سلسلہ میں جھوٹ کے لیے کوئی گنجائش نہیں۔ آپ قاضی (جج) صاحب کے سامنے بالکل سچ سچ بیان دے دیں اللہ تعالیٰ اسی میں خیر کا راستہ نکال دے گا۔ جعفر صاحب کی والدہ نے بھی حضرت ڈاکٹر صاحب سے رابطہ کیا کہ ہم پر یہ بہت مشکل وقت ہے آپ دعا فرمائیں جعفر تو آپ کا بھی بیٹا ہے۔ حضرت ڈاکٹر صاحب نے ان کو بتایا کہ دعا ضرور کریں گے لیکن

اگر وہ میرا بیٹا ہے تو اس کو سچ ہی کہنا چاہئے۔ جعفر صاحب نے بتایا کہ میں نے سچ ہی کہنے کا ارادہ کیا۔ اس کیس کی معمولی سزا چھ مہینے قید، تین ہزار درہم جرمانہ، نوکری ختم اور واپس پاکستان کر دینا۔ یعنی میرا پورا مستقبل تباہ و برباد ہونے کا فیصلہ تھا۔ جس قاضی صاحب کے پاس میرا مقدمہ تھا اس کا ترجمان کوئی پاکستانی نیک آدمی تھا۔ میں نے اس کو اپنا سارا واقعہ سچ سچ بیان کر دیا۔ وہ قاضی صاحب کے پاس گئے ساری صورت حال سے آگاہ کر دیا۔ میں نے وہاں بھی سب سچ بول دیا کہ جو ہو سو ہو۔ قاضی صاحب کو اللہ تعالیٰ نے مہربان کر دیا اور مجھے مکمل طور پر مقدمہ سے بری کر دیا۔ نوکری بھی بحال رہی، پاکستان واپسی بھی نہ کرائی اور بہت معمولی سا جرمانہ لگا کر فارغ کر دیا۔ اللہ تعالیٰ کا احسان ہوا کہ سچ کی برکت اور حضرت ڈاکٹر صاحب کی دعاؤں نے جھوٹ سے بھی بچا لیا اور مسئلہ بھی حل ہوا۔

دینِ اسلام ایک نعمت ھے

ایک آیت کا مفہوم ہے کہ جس میں دین کو نعمت کہا گیا ہے اِس کی تشریح میں میرے حضرت صاحب (ڈاکٹر فدا صاحب مدظلہٗ) فرماتے ہیں کہ نعمت اُس چیز کو کہتے ہیں جس کی انسان کو اشد ضرورت ہوتی ہے کہ جیسے سخت پیاس کی حالت میں ٹھنڈے پانی کی انسان کو شدت سے ضرورت ہوتی ہے ایسے ہی انسان کو اپنی بقا اور کامیابی کیلئے دین کی اشد ضرورت ہوتی ہے۔ شریعت کے جملہ احکامات اور سرورِ دو عالم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے مبارک طریقوں میں نہ صرف آخرت کی کامیابی کا وعدہ ہے بلکہ دنیا میں اللہ تبارک وتعالیٰ اُس کو چین وسکون اور راحت والی زندگی نصیب فرماتے ہیں اور اُس بندے کو پاکیزہ زندگی سے نوازتے ہیں اور جو اِن سے اعراض کرتا ہے تو وہ انسان اپنی زندگی میں پریشانیوں میں مبتلا ہوتا ہے اِسی نوع کا ایک واقع میرے ساتھ پیش آیا ہے جس کو میں اپنے حضرت جی کے حکم سے یہاں قلم بند کر رہا ہوں۔

پچھلے تقریباً تین چار سالوں سے مجھے معدے کی تکلیف شروع ہوئی جس کی وجہ سے میرے منہ میں چھالے ہوتے تھے۔ منہ میں جلن ہوتی تھی اور ذائقہ خراب رہتا تھا کسی کے مشورے سے میں ڈینٹل ڈاکٹر کے پاس گیا۔ اُس نے دانتوں کی صفائی وغیرہ کے بعد معدے کیلئے کافی مہنگے ٹیسٹ بھی کرائے اور دوائی بھی استعمال کی لیکن کچھ افاقہ نہ ہوا۔ اِس کے بعد ڈاکٹروں اور حکیموں کا سلسلہ شروع ہو گیا لیکن کسی سے بھی افاقہ نہ ہوا اِسی

دوران ہومیو پیتھک علاج بھی کروایا، دیسی ٹوٹکے بھی بہت آزمائے لیکن سب بے کار ہوتے گئے اور میری تکلیف میں اضافہ ہوتا گیا، حضرت صاحب نے مختلف اشیاء تجویز کی مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔ پچھلے ایک سال سے میرا منہ مسلسل پکا ہوا تھا ایک دن بڑے بھائی نے کہا کہ آپ مسواک کا استعمال کچھ دنوں کیلئے چھوڑ دو۔ اِس پر عمل کرنے سے میری یہ تکلیف واقعی دور ہوگئی دوبارہ مسواک کے استعمال سے تکلیف شروع ہو جاتی اور چھوڑنے سے ختم ہو جاتی آخر اِس کا تذکرہ میں نے حضرت صاحب سے کیا انہوں نے فرمایا کہ مسواک کی سنت کا مذاکرہ کرو۔ مذاکرے کے بعد یہ بات سامنے آئی کہ مجھ سے مسواک کے ایک ادب میں کوتاہی ہو رہی تھی کہ مسواک کے آداب میں سے ایک یہ ہے کہ مسواک کو استعمال کے بعد اچھی طرح دھو کر اُلٹا رکھنا ہوتا ہے تاکہ سارا پانی نیچے رس جائے اور مسواک اچھی طرح خشک ہو جائے تاکہ تمام جراثیم اِس سے ختم ہو جائیں۔ اِس ادب پر عمل کرنے کے بعد تقریباً تین مہینوں سے میرے منہ اور معدے کی تکلیف بالکل ٹھیک ہوگئی ہے اب مسواک بھی مسلسل استعمال کر رہا ہوں۔

یہاں پر ایک بات میں ضرور لکھنا چاہوں گا کہ اکثر لوگ بہت سے سنت کے اعمال صرف اِس بات پر چھوڑ دیتے ہیں کہ جی کوئی فرض تو نہیں ہے کہ اِس کی قضا ادا کرنی پڑے لیکن یہ بات بہت واضح ہے کہ جس دین کے آداب میں دنیا کے اتنے عظیم فائدے ہیں تو اُس دین کے مستحبات، سنن، واجب اور فرائض پر عمل کرنے سے دنیا اور آخرت کے بہت عظیم فائدے موجود ہیں لیکن انسان اپنی سستی اور کاہلی سے صرف اپنے آپ کو فرائض تک محدود رکھتا ہے اور پتہ نہیں کہ وہ فرائض بھی قبول ہوتے ہیں یا وہ بھی ناقص ہوتے ہیں بعض لوگ فرض، واجب اور سنت پر عمل کرتے ہیں مستحب اور آداب کا خیال نہیں رکھتے جبکہ اِن میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمارے لئے چین، سکون اور راحت رکھی ہے۔

طالبِ دعا

محمد ریحان مروت

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ o

یَا مُصَوِّرُ یَا مُصَوِّرُ یَا مُصَوِّرُ وَ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَۃٍ مِّنْ طِیْنٍ o ثُمَّ جَعَلْنٰہُ نُطْفَۃً فِیْ قَرَارٍ مَّکِیْنٍ o ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَۃَ عَلَقَۃً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَۃَ مُضْغَۃً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَۃَ عِظٰمًا فَکَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ق ثُمَّ اَنْشَئْنٰہُ خَلْقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَکَ اللّٰہُ اَحْسَنُ الْخَالِقِیْنِ o رَبِّ ھَبْ لِیْ مِنَ الصَّالِحِیْنِ o رَبِّ لَا تَذَرْنِیْ فَرْدًا وَّ اَنْتَ خَیْرُ الْوَارِثِیْنَ o رَبِّ ھَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْکَ ذُرِّیَۃً طَیِّبَۃً ط اِنَّکَ سَمِیْعُ الدُّعَاءِ ط یَھَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ اِنٰثًا وَّیَھَبُ لِمَنْ

يَّشَآءُ الذُّكُوْرًا ط اِلٰهِی بَحُرُمَتِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ وَ اَهْلِ بَيْتِ الْعِظَّام.

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ٥

يَا مُصَوِّرُيَا مُصَوِّرُيَا مُصَوِّرُوَ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ٥ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ٥ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰماً فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْماً ق ثُمَّ اَنْشَئْنٰهُ خَلْقاً اٰخَرَ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْن ٥ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنَ الصَّالِحِيْن ٥ رَبِّ لَا تَذَرْنِيْ فَرْدًا وَّ اَنْتَ خَيْرُ الْوَارِثِيْن ٥ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَدُنْكَ ذُرِّيَةً طَيِّبَةً ط اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَاءِ ط يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنٰثاً وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرًا ط اِلٰهِی بَحُرُمَتِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ وَ اَهْلِ بَيْتِ الْعِظَّام.

[نوٹ: بندہ کے متعلقین میں سے کچھ حضرات بندہ کے لیے سرمایۂ آخرت ہیں۔ انہیں میں سے جناب شبیر احمد صاحب کاکاخیل اور مفتی شوکت صاحب بھی ہیں۔ ہر دو حضرات کو دین کے مختلف موضوعات کے بارے میں تحقیق کرنے کا انتہائی انہماک حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ اس جذبے کو قبول فرمائے اور ان کی آخرت کی سرخروئی کا ذریعہ بنائے۔ اوقات اسلامی کے بارے میں دونوں نے خوب عرق ریزی سے کام کیا اور اپنے اپنے مقالات اشاعت کے لیے رسالہ ''غزالی'' کو بھیجے۔ یہ مقالے قسط وار شائع ہوتے رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان سے نفع حاصل کرنے کی توفیق دے۔ آمین

ڈاکٹر فدا محمد]

دارۂ اشرفیہ عزیزیہ کی تربیتی ترتیب

حضرت مولانا محمد اشرف سلیمانی پشاوری رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات کی روشنی میں تربیتی ترتیب کو تین درجوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

درجہ اوّل: تعلیم الاسلام (مفتی کفایت اللہ صاحبؒ) کا چار پانچ مرتبہ مطالعہ تاکہ مسائل ذہن نشین ہو جائیں، جہاں سمجھ نہ آئے خود فیصلہ کرنے کی بجائے علماء سے پوچھنا، استعداد اچھی ہو تو اپنے گھر یا مسجد میں چند ساتھیوں کے ساتھ مل کر اس کو سبقاً سبقاً پڑھنا۔

اُم الامراض، اکابر کا سلوک و احسان، فیضِ شیخ (حضرت مولانا زکریاؒ)

تسہیلِ قصد السبیل، تسہیل المواعظ، اصلاحی نصاب (دس رسالوں کا مجموعہ از حضرت مولانا اشرف علی

تھانویؒ)

درجہ دوم: بہشتی زیور، ملفوظاتِ حکیم الامت (مولانا اشرف علی تھانویؒ)، اُسوۂ رسول اکرم صل اللہ علیہ وسلم (حضرت ڈاکٹر عبدالحئی صاحبؒ)، آپ بیتی (حضرت مولانا زکریاؒ)، تذکرۃ الاولیاء (شیخ فریدالدین عطارؒ) اور کیمیائے سعادت (امام غزالیؒ)

درجہ سوم: سلوکِ سلیمانی (حضرت مولانا محمد اشرف سلیمانیؒ) تربیت السالک، التکشف، بوادر نوادر، انفاس عیسیٰ، بصائر حکیم الامت (حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ)، احیاء العلوم (امام غزالیؒ)

جھری ذِکر کی احتیاط اور طریقہ

سارے تصوف کے سلاسل کی طرح ہمارے سلسلہ میں بھی ذِکر کو قلب کی اصلاح میں بطور بنیادی ذریعہ شامل کیا گیا ہے۔ سلسلہ کی ترتیب میں چشتیہ صابریہ جھری طریقہ ذِکر، ضرب کے ساتھ اختیار کیا گیا ہے۔ پہلے درجہ میں صرف سو بار **لاالہ الا اللّٰہ**، سو بار **الا اللّٰہ** اور سو بار **اللّٰہ** کا ذِکر کیا جاتا ہے۔ دوسرے اور تیسرے درجہ میں **لا الہ الا اللّٰہ** دو سو بار، **الا اللّٰہ** چار سو بار **اللّٰہُ اللّٰہ** چھ سو بار، **اللّٰہ** سو بار کی اجازت دی جاتی ہے۔

کتابوں کا مطالعہ تو ہر کوئی کرسکتا ہے جبکہ جھری ذِکر کی ترتیب کے لیے بیعت، مشورہ اور اس کے طریقہ کو بالمشافہ (آمنے سامنے) سیکھنا ضروری ہے، خود سے کرنے میں ذہنی و جسمانی نقصان کا خطرہ ہوسکتا ہے۔

ایک ناقابلِ انکار حقیقت

انسان خدا تعالیٰ کا انکار کرسکتا ہے، رسول کا انکار کرسکتا ہے آخرت کا انکار کرسکتا ہے لیکن ایک ایسی حقیقت جس کا انکار نہیں کرسکتا وہ موت ہے۔

؎ جان جانی ہے جا کر رہے گی   موت آنی ہے آ کر رہے گی

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ط وَ اِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ط فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ

ترجمہ: ہر جی کو چکھنی ہے موت اور تم کو قیامت کے دن پورے بدلے ملیں گے۔ پھر جو کوئی دور کیا

گیا دوزخ سے اور داخل کیا گیا جنت میں اُس کا کام تو بن گیا۔

؎ پھول بننے کی خوشی میں مسکرائی تھی کلی　　کیا خبر تھی یہ تغیر موت کا پیغام ہے

اَلْمَوْتُ قَدَحٌ کُلُّ نَفْسٍ شَارِبُوْهَا　　وَالْقَبْرُ بَابٌ کُلُّ نَفْسٍ دَاخِلُوْهَا

ترجمہ: موت ایک پیالہ ہے جسے ہر نفس نے پینا ہے اور قبر ایک دروازہ ہے جس سے ہر نفس نے داخل ہونا ہے۔

حضرت مولانا محمد اشرف صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ اُن کے شیخ حضرت شاہ عبدالعزیز دعا جو دہلوی رحمت اللہ علیہ تہجد سے پہلے یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

شب تاریک، رہ باریک، منزل دور، من تنہا　　دستم گیر یا اللہ!، دستم گیر یا اللہ!

رات اندھیری، راہ ہے ٹیڑھی، منزل دور اور ہم تنہا　　پکڑیو ہاتھ یا اللہ!، پکڑیو ہاتھ یا اللہ!

بہرحال جن کی آخرت آباد ہے اُن کے لئے تو بشارت ہے:

اَلْمَوْتُ جِسْرٌ یُّوْصِلُ الْحَبِیْبَ اِلَی الْحَبِیْبِ

ترجمہ: موت ایک پُل ہے جو دوست کو دوست سے ملا دیتا ہے۔

حضرت شاہ صاحبؒ ہی شعر پڑھا کرتے تھے:

؎ بلا سے نزع میں تکلیف کیا ہے سکونِ خاطر بھی کم نہیں ہے
کسی سے ملنے کی ہیں اُمیدیں کسی سے چھٹنے کا غم نہیں ہے

یہ عالم عیش و عشرت کا یہ حالت کیف و مستی کی　　بلند اپنا تخیل کر یہ سب باتیں ہیں پستی کی

جہاں دراصل ویرانہ ہے گو صورت ہے بستی کی　　بس اتنی سی حقیقت ہے 'فریبِ خوابِ ہستی' کی

کہ آنکھیں بند ہوں اور آدمی افسانہ ہو جائے

ادارۂ اشرفیہ عزیزیہ کی تربیتی سرگرمیاں

اِدارۂ اشرفیہ عزیزیہ، جو بندہ کے شیخ حضرت مولانا محمد اشرف صاحب سلیمانی پشاوریؒ اور حضرت مولانا محمد اشرف صاحبؒ کے شیخ شاہ عبدالعزیز دعا جو دہلویؒ کی یاد میں قائم ہوا ہے، سالانہ مندرجہ ذیل اصلاحی سرگرمیوں میں مصروف رہتا ہے۔

۱۔ درسِ قرآن: ہفتہ میں چھ دن بعد نماز عشاء، مدینہ مسجد، پشاور یونیورسٹی۔

۲۔ مجلسِ ملفوظات: ہفتہ میں سات دن بوقتِ اشراق، مسجدِ فردوس، پشاور یونیورسٹی۔

۳۔مجلسِ ذکر: بروزِ اتوار مغرب تا عشاء، مدینہ مسجد، پشاور یونیورسٹی۔

۴۔مجلسِ ذکر: بروزِ پیر مغرب تا عشاء، مسجدِ نور، فیز تھری، حیات آباد، پشاور۔

۵۔مجلسِ ذکر: بروزِ منگل مغرب تا عشاء، مسجدِ فردوس، پشاور یونیورسٹی۔

۶۔عورتوں کی مجلس: بروزِ ہفتہ عصر تا مغرب، حضرت مولانا اشرف صاحبؒ کے گھر، دھوبی گھاٹ، پشاور یونیورسٹی۔

۷۔جمعہ کا خطبہ: مدینہ مسجد، پشاور یونیورسٹی۔

۸۔ماہوار اجتماع: اس کے لئے تاریخ مقرر کی جاتی ہے۔اجتماع بروزِ ہفتہ مغرب سے شروع ہوکر بوقت چاشت اتوار کو ختم ہوتا ہے۔مہمانوں کے قیام وطعام کا بندوبست ادارہ کی طرف سے ہوتا ہے۔

۹۔رمضان: پہلے بیس دن ہر روز مغرب سے پہلے مدینہ مسجد، پشاور یونیورسٹی میں مجلسِ ذکر ہوتی ہے۔مہمانوں کا افطار ادارہ کی طرف سے ہوتا ہے۔آخری عشرہ میں تربیتی اعتکاف ہوتا ہے جس میں کثیر تعداد شرکت فرماتی ہے۔

۱۰۔موسمِ گرما کا اجتماع: موسمِ گرما میں شمالی علاقہ جات میں کسی ٹھنڈے مقام پر سالانہ اجتماع منعقد کیا جاتا ہے۔

(ڈاکٹر فدا محمد مد ظلہٗ)

☆☆☆☆☆☆☆

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۝

یا مُصَوِّرُیَا مُصَوِّرُیَا مُصَوِّرُوَ لَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ مِنۡ سُلٰلَۃٍ مِّنۡ طِیۡنٍ ۝ ثُمَّ جَعَلۡنٰہُ نُطۡفَۃً فِیۡ قَرَارٍ مَّکِیۡنٍ ۝ ثُمَّ خَلَقۡنَا النُّطۡفَۃَ عَلَقَۃً فَخَلَقۡنَا الۡعَلَقَۃَ مُضۡغَۃً فَخَلَقۡنَا الۡمُضۡغَۃَ عِظٰمًا فَکَسَوۡنَا الۡعِظٰمَ لَحۡمًا ق ثُمَّ اَنۡشَاۡنٰہُ خَلۡقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَکَ اللّٰہُ اَحۡسَنُ الۡخَالِقِیۡنَ ۝ رَبِّ ہَبۡ لِیۡ مِنَ الصّٰلِحِیۡنَ ۝ رَبِّ لَا تَذَرۡنِیۡ فَرۡدًا وَّ اَنۡتَ خَیۡرُ الۡوٰرِثِیۡنَ ۝ رَبِّ ہَبۡ لِیۡ مِنۡ لَّدُنۡکَ ذُرِّیَّۃً طَیِّبَۃً ط اِنَّکَ سَمِیۡعُ الدُّعَآءِ ط یَہَبُ لِمَنۡ یَّشَآءُ اِنَاثًا وَّیَہَبُ لِمَنۡ یَّشَآءُ الذُّکُوۡرَ ط اِلٰہِی بِحُرۡمَتِ رَسُوۡلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمۡ وَ اَہۡلِ بَیۡتِ الۡعِظَامۡ.

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ o

يَا مُصَوِّرُ يَا مُصَوِّرُ يَا مُصَوِّرُ وَ لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ o ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ o ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ق ثُمَّ اَنْشَئْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ o رَبِّ هَبْ لِيْ مِنَ الصَّالِحِيْنَ o رَبِّ لَا تَذَرْنِيْ فَرْدًا وَّ اَنْتَ خَيْرُ الْوَارِثِيْنَ o رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ط اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَاءِ ط يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنٰثًا وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَا ط اِلٰهِيْ بَحُرْمَتِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ وَ اَهْلِ بَيْتِ الْعِظَّام.

ادارۂ اشرفیہ عزیزیہ کی تربیتی ترتیب

حضرت مولانا محمد اشرف سلیمانی پشاوری رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات کی روشنی میں تربیتی ترتیب کو تین درجوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

درجہ اوّل: تعلیم الاسلام (مفتی کفایت اللہ صاحبؒ) کا چار پانچ مرتبہ مطالعہ تاکہ مسائل ذہن نشین ہو جائیں، جہاں سمجھ نہ آئے خود فیصلہ کرنے کی بجائے علماء سے پوچھنا، استعداد اچھی ہو تو اپنے گھر یا مسجد میں چند ساتھیوں کے ساتھ مل کر اس کو سبقاً سبقاً پڑھنا۔

اُم الامراض، اکابر کا سلوک واحسان، فیضِ شیخ (حضرت مولانا زکریاؒ)

تسہیلِ قصد السبیل، تسہیل المواعظ، اصلاحی نصاب (دس رسالوں کا مجموعہ از حضرت مولانا اشرف علی

تھانویؒ)

درجہ دوم: بہشتی زیور، ملفوظاتِ حکیم الامت (مولانا اشرف علی تھانویؒ)، اُسوۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (حضرت ڈاکٹر عبدالحئی صاحبؒ)، آپ بیتی (حضرت مولانا زکریاؒ)، تذکرۃ الاولیاء (شیخ فریدالدین عطارؒ) اور کیمیائے سعادت (امام غزالیؒ)

درجہ سوم: سلوکِ سلیمانی (حضرت مولانا محمد اشرف سلیمانیؒ) تربیت السالک، التکشف، بوادر نوادر، انفاس عیسیٰ، بصائر حکیم الامت (حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ)، احیاء العلوم (امام غزالیؒ)

جھری ذِکر کی احتیاط اور طریقہ

سارے تصوف کے سلاسل کی طرح ہمارے سلسلہ میں بھی ذِکر کو قلب کی اصلاح میں بطور بنیادی ذریعہ شامل کیا گیا ہے ۔سلسلہ کی ترتیب میں چشتیہ صابریہ جہری طریقہ ذِکر، ضرب کے ساتھ اختیار کیا گیا ہے۔ پہلے درجہ میں صرف سو بار **لاالہ الا اللّٰہ** ،سو بار **الا اللّٰہ** اور سو بار **اللّٰہ** کا ذِکر کیا جاتا ہے۔دوسرے اور تیسرے درجہ میں **لا الہ الااللّٰہ** دو سو بار، **الا اللّٰہ** چار سو بار **اللّٰہُ اللّٰہ** چھ سو بار، **اللّٰہ** سو بار کی اجازت دی جاتی ہے۔

کتابوں کا مطالعہ تو ہر کوئی کرسکتا ہے جبکہ جہری ذِکر کی ترتیب کے لیے بیعت، مشورہ اور اس کے طریقہ کو بالمشافہ (آمنے سامنے) سیکھنا ضروری ہے،خود سے کرنے میں ذہنی وجسمانی نقصان کا خطرہ ہوسکتا ہے۔

ایک ناقابلِ انکار حقیقت

انسان خدا تعالیٰ کا انکار کرسکتا ہے، رسول کا انکار کرسکتا ہے آخرت کا انکار کرسکتا ہے لیکن ایک ایسی حقیقت جس کا انکار نہیں کرسکتا وہ موت ہے۔

؎ جان جانی ہے جا کر رہے گی　　موت آنی ہے آ کر رہے گی

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ط وَ اِنَّمَاتُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ط فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْفَازَ

ترجمہ: ہر جی کو چکھنی ہے موت اور تم کو قیامت کے دن پورے بدلے ملیں گے۔ پھر جو کوئی دور کیا گیا دوزخ سے اور داخل کیا گیا جنت میں اُس کا کام تو بن گیا۔

؎ پھول بننے کی خوشی میں مسکرائی تھی کلی　　کیا خبر تھی یہ تغیر موت کا پیغام ہے

اَلْمَوْتُ قَدْحٌ كُلُّ نَفْسٌ شَارِبُوْهَا　　وَالْقَبْرُبَابٌ كُلُّ نَفْسٌ دَاخِلُوْهَا

ترجمہ: موت ایک پیالہ ہے جسے ہر نفس نے پینا ہے اور قبر ایک دروازہ ہے جس سے ہر نفس نے داخل ہونا ہے۔

حضرت مولانا محمد اشرف صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ اُن کے شیخ حضرت شاہ عبدالعزیز دعا جو دہلوی رحمت اللہ علیہ تہجد سے پہلے یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

شب تاریک، رہ باریک، منزل دور، من تنہا دستم گیر یا اللہ!، دستم گیر یا اللہ!

رات اندھیری، راہ ہے ٹیڑھی، منزل دور اور ہم تنہا پکڑیو ہاتھ یا اللہ!، پکڑیو ہاتھ یا اللہ!

بہر حال جن کی آخرت آباد ہے اُن کے لئے تو بشارت ہے:

اَلْمَوْتُ جَسْرٌ یُّوْصَلُ الْحَبِیْبَ اِلَی الْحَبِیْب

ترجمہ: موت ایک پُل ہے جو دوست کو دوست سے ملا دیتا ہے۔

حضرت شاہ صاحبؒ ہی شعر پڑھا کرتے تھے:

؎ بلا سے نزع میں تکلیف کیا ہے سکونِ خاطر بھی کم نہیں ہے
کسی سے ملنے کی ہیں اُمیدیں کسی سے چھٹنے کا غم نہیں ہے

یہ عالم عیش و عشرت کا یہ حالت کیف و مستی کی بلند اپنا تخیل کر یہ سب باتیں ہیں پستی کی
جہاں دراصل ویرانہ ہے گو صورت ہے بستی کی بس اتنی سی حقیقت ہے 'فریبِ خوابِ ہستی' کی
کہ آنکھیں بند ہوں اور آدمی افسانہ ہو جائے

ادارۂ اشرفیہ عزیزیہ کی تربیتی سرگرمیاں

اِدارۂ اشرفیہ عزیزیہ، جو بندہ کے شیخ حضرت مولانا محمد اشرف صاحب سلیمانی پشاوریؒ اور حضرت مولانا محمد اشرف صاحبؒ کے شیخ شاہ عبدالعزیز دعا جو دہلویؒ کی یاد میں قائم ہوا ہے، سالانہ مندرجہ ذیل اصلاحی سرگرمیوں میں مصروف رہتا ہے۔

۱۔ درسِ قرآن: ہفتہ میں چھ دن بعد نماز عشاء، مدینہ مسجد، پشاور یونیورسٹی۔

۲۔ مجلسِ ملفوظات: ہفتہ میں سات دن بوقتِ اشراق، مسجدِ فردوس، پشاور یونیورسٹی۔

۳۔ مجلسِ ذکر: بروزِ اتوار مغرب تا عشاء، مدینہ مسجد، پشاور یونیورسٹی۔

۴۔ مجلسِ ذکر: بروزِ پیر مغرب تا عشاء، مسجدِ نُور، فیز تھری، حیات آباد، پشاور۔

۵۔ مجلسِ ذکر: بروزِ منگل مغرب تا عشاء، مسجدِ فردوس، پشاور یونیورسٹی۔

۶۔ عورتوں کی مجلس: بروزِ ہفتہ عصر تا مغرب، حضرت مولانا اشرف صاحبؒ کے

گھر، دھوبی گھاٹ، پشاور یونیورسٹی۔

۷۔ جمعہ کا خطبہ: مدینہ مسجد، پشاور یونیورسٹی۔

۸۔ ماہوار اجتماع: اس کے لئے تاریخ مقرر کی جاتی ہے۔ اجتماع بروزِ ہفتہ مغرب سے شروع ہوکر بوقت چاشت اتوار کو ختم ہوتا ہے۔ مہمانوں کے قیام وطعام کا بندوبست ادارہ کی طرف سے ہوتا ہے۔

۹۔ رمضان: پہلے بیس دن ہر روز مغرب سے پہلے مدینہ مسجد، پشاور یونیورسٹی میں مجلسِ ذکر ہوتی ہے۔ مہمانوں کا افطار ادارہ کی طرف سے ہوتا ہے۔ آخری عشرہ میں تربیتی اعتکاف ہوتا ہے جس میں کثیر تعداد شرکت فرماتی ہے۔

۱۰۔ موسمِ گرما کا اجتماع: موسمِ گرما میں شمالی علاقہ جات میں کسی ٹھنڈے مقام پر سالانہ اجتماع منعقد کیا جاتا ہے۔

(ڈاکٹر فدا محمد مد ظلہٗ)

☆☆☆☆☆☆☆